

سلسلہ

حسن انص

کتاب نمبر (۱)
افتلم

مولوی محمد پدر الدین سید وہار وی بی اے، ایل ایل پی (علیہ)

وکیل ہائی کورٹ الہ آباد

پروفیسر و ناظر المعارف جامعہ علمیہ سلامیہ علیگڑھ

باہتمام محمد اخلاق احمد

مطبع علی گنج پرنٹنگ و کس علی گنچ میں

کیز ایڈ کو تاجران کتب اردو علی گڑھ محلہ رسنگنخ نے شائع کیا

بار اول... اجلد فیمت ۶۰

۱۹۴۲ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عَرَضٌ مُّدْع٢ا

عرضہ سے یہ خیال دامنگیر تھا کہ مسلمان بھوپل کے لئے ایک سدلہ کتب ایسا
مرتب کیا جائے کہ جن کے پڑھنے سے دنیاگ پر زیادہ بار بھی نہ پڑے اور وہ اونکے
ذریعہ آسانی سے اپنے برگزیدہ اسلاف کے حالات سن کر عمدہ عرفات انسانی سے بھرو
اندوں ہو سکیں۔ ہندوستانی مدارس میں جو فی زمانہ درسی کتابیں مردج ہیں اون میں
دوسری قوموں کے مشاہیر کے نمونے پیش کر کے مسلمان بھوپل کو تعلیم دیجانی ہے اور
بالآخر وہ اس تاقص طرز تعلیم کی وجہ سے اپنی قوم و ملت کے مشاہیر کے حالات سے
بلے خبر اور اسلامی مخصوص جذبات کے فیوض سے دور ہوتے جاتے ہیں۔ ان خیالات
کو لیکر میں نے ایک سدلہ کتب "احسن لقصص" کے نام سے مرتب کرنا شروع کیا ہو
آمید ہے کہ معزز ناظرین و فارمین میری اس ناچیز کوشش کو اپنے الطاف و کرم سے قبولیت
کی عزت بخشیں گے اور حوصلہ افزائی کرے گے۔

محمد بدرا الدین سیوطی

ذیقعده سنہ ۱۳۲۷ھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
سَلَامٌ وَنَعْصَمٌ عَلَى رَسُولِ الْكَرِيمِ

(۱)

عبدِ اسلامی میں اہلِ اندرس لباس کی صفائی اور پاکیزگی میں تمام عالم کے آدمیوں سے بڑھے ہوئے تھے۔ اگر کسی کے پاس ایک دن کے کھانے کو ہوا تو وہ فاقہ کر لیتا مگر پانے کہڑے صابون مول لیکر ضرور دھولیتا اور کسی وقت بھی وہ ایسی حالت میں نہ رہتا کہ لوگوں کو اوس سے کراہیت ہو۔ معاملات معاشر میں مختار اور صاحب تدبیر ہوتے تھے۔ جو کچھ بھی اون کے ہاتھ میں ہوتا اوس کو دست سوال پھیلانے کے خوف سے احتیاط سے خیج کرتے مگر باوجود اس کے مردودت اہلِ اندرس کی طبیعت میں داخل تھی۔ ابن سعید کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ وہ اپنے والد کے ہمراہ اندرس کے ایک قصبه میں گئے۔ سردی کا موسم تھا اور بارش خوب ہو رہی تھی۔ وہ سلطان وقت کی دار و گیر سے جان بچا کر بھاگے پھرتے تھے اور بے سرو سامانی کی حالت میں تھے۔ اوس قصبه کے ایک شیخ کے یہاں ٹھیرے جس سے اون کی پسلی کو نی جان پھان نہ تھی۔ شیخ نے اون سے پوچھا کہ اگر اون کے پاس کچھ ہو تو وہ کچھ لکڑیاں نٹکا کر اون کو سردی سے محفوظ ہونے کے لئے آگ روشن کرنے کا انتظام کر دے

اور اوس کے پچھے ادن کی خدمت بجا لائیں گے۔ لکڑیوں کے لانے کے واسطے ادھنوں نے شیخ کو مجھ دیدیا اور آگ روشن کر دی گئی۔ اسی دوران میں اوس کا ایک تھوڑی عمر کا بچہ آگ سے سیکنے کے لئے آبیٹھا۔ شیخ نے اوس لڑکے کو بارا۔ جب سعید کے باپ نے مارنے کا سبب دریافت کیا تو شیخ نے کہا کہ وہ یہ جان لے گے کہ دوسروں کے مال سے فائدہ نہ اٹھاتا چاہتے اور اداوں عمر ہی سے اوس کو سردی کی تخلیف سئنے کی عادت ہو جائے گے۔ سونے کا جسب وقت ہوا تو شیخ نے اپنے ایک بیٹے سے اوس کا لحافِ معماں سعید کو دیدیے ہیں کے لئے کہا اوس نے وہ لحاف دیدیا لیکن جب صحیح کو اوپٹھے تو دیکھا کہ شیخ مکاہیا۔ جاگ رہا تھا اور اپنے ہاتھ کھاف میں دبائے ہوئے تھا۔ یہ دیکھ کر حیرت ہوئی اور اپنے والد سے ذکر کیا۔ ادھنوں نے کہا کہ اہل انگلیس کی یہ مردوں میں اور احتیاطیں ہیں۔ اپنے آپ پر معماں کو فضیلتِ ذکر لیافت دیدیا مگر جو کہ اجنبی ہو اور وہ یہ نہیں جانتے کہ ثقہ ہو یا چور ادن کو جائے گتے رہنا پڑا کہ کہیں سوئے سوئے تم لحاف ہی لیکر نہ چل دو۔ اس حکایت سے نیجہ نکال سکتے ہو گئے جہاں لوگ ایسا حقیر احسان کر سکتے ہوں تو وہ کوئی عظیم الشان عمل کیوں نہ کر سکتے۔

(۲۴) -

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ خلیفہ بارہن الحرشید کے دربار میں ایک انگلیسی چاہر تھا۔ خلیفہ نے اپنے علیکم کی فضیلت جانتے ہوئے اوس کی جانب متوجہ ہو کر کہا کہ دنیا ایک پرنده کی مٹا پہ ہے جس کی دم غرب (انگلیس) ہے اور اسے چھبھے جواب دیا کہ امیر المؤمنین صحیح ارشاد فرماتے ہیں مگر وہ پرنده موارہ ہے خلیفہ یہ سن کر ہنس پڑا اور انگلیسی کی حاضر جوابی اور وطن پرستی پر تعجب ہوا۔

(۳)

موسیٰ بن نصیر کی بُنگی جہموں کے زمانہ میں ملک انڈس پر عیشہ حکمران تھا اور
دہ ایک زمانہ تک موسیٰ کے کامیاب ہوئے میں طاری رہا۔ جب عیشہ مر گیا تو
اوس کی اولاد میں سے کسی کو رعایا نے حکمران بنانا فضول نہ کیا اور لذریق نامی ایک
بڑے شخص کو بادشاہ منتخب کر لیا۔ یہ ایک بھرپور کارا درجہ سپاہی تھا۔ اس زمانہ
میں طلیطلہ انڈس کا پایہ تخت تھا۔ یہاں ایک مکان تھا جس میں بہت سے قفل پڑے
ہوئے تھے اور قوم قوط کے چند شفہ آدمی اوس کی حفاظت پر معین تھے اور جو بادشاہ
تخت پر بیٹھتا تھا اوس سے ایک قفل لیکر اوس مکان میں لگا دیا جاتا تھا۔ اور کسی کو اوس
مکان کو کھولنے نہیں دیتے تھے۔ جب لذریق بادشاہ ہوا تو یہ محافظت اوس کے پاس
بھی قفل لینے کے لئے آئے۔ لذریق نے اوس مکان کو کھو بلکہ دیکھ لینے کے بغیر قفل
دینے سے انکار کر دیا۔ اونہوں نے لذریق کو اس عمل سے باز رکھنے کی ہزار کوشش
کی مگر ایک پیش نہ گئی۔ لذریق یہ سمجھ کر کہ اس میں کوئی خزانہ دفن ہے کھولنے کے لئے
گیا قفل کھولے گئے اور وہ اندر داخل ہوا اگر وہاں سارے مکان میں سوائے ایک
مغل صندوق کے اور کچھ نہ دکھانی دیا۔ یہ سمجھ کر کہ خزانہ کا پتہ اسی کے اندر سے کچھ
ملے اوس کو کھولا تو اوس میں سوائے ایک شفہ کے اور کچھ نہ تھا۔ اس شفہ پر اہل
عرب کی تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ اون کے سروں پر عمامے تھے۔ ران کے نیچے
عربی انسل گھوڑے۔ کمر سے تلواریں باندھے اور کندھوں پر کالے رکھے اپنے نیزے
بلند کئے ہوئے تھے اور صندوق کے ڈھلنے پر چند سطور میں لکھا ہوا تھا کہ جب اس
مکان کے قفل توڑے جائیں گے اور یہ صندوق کھولا جائیگا اوس وقت وہ لوگ
ظاہر ہو جائیں گے جن کی تصویریں اس شفہ پر پہنچی ہوئی ہیں اور یہ لوگ ملک انڈس
کو فتح کر کے اوس پر حکمران ہو جائیں گے۔ آخر شیخی ہوا کہ لذریق کو بہ سر کردگی موسیٰ

۵

ابن نصیر مسلمانوں کے ہاتھوں سخت شکست ہوئی اور عرب انگلیس پر قابض ہو گئے۔

(۴۳)

تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ انگلیس میں مسلمانوں کی حکومت سے قبل یہ رسم
چلی آئی تھی کہ امرا اور اکا بر سلطنت اپنے بچوں کی تربیت کے لئے اون کو دارالسلطنت
بیسیجی یا کرتے تھے تاکہ شاہی آداب بیکھیں اور مرحمت خسر و اندھے سے سرافراز ہوں۔
جب یہ پچھے سن بلوغ کو پہنچ جاتے تھے تو ایک دوسرے سے آپس میں اون کی
شادیاں کر دی جاتی تھیں۔ تاکہ اون کے والدین کے درمیان اتحاد پیدا ہو۔ لذتیں کی
جانب سے بستہ کا گورنر ملیاں نامی تھا اوس کو بھی اس سرہم کی پابندی کی وجہ سے
اپنی بیٹی کو دارالسلطنت خاندان شاہی میں تربیت کے لئے بھجنایا۔ یہ لڑکی بلا کی
حسین تھی۔ لذتیں کی جب اوس پر نگاہ پڑی تو وہ اوس پر فریفہ ہو گیا اور صبط کا
یارا نہ دیکھ کر اوس پر دست درازی کر بیٹھا اور اوس کے ناموس کا کچھہ خیال نہ کیا۔
لڑکی نے خفیہ طور سے اپنے والد کو اس کی خبر کر دی۔ ملیاں کو سخت غیرت آئی مگر
وہ اپنے غصہ ویش کو چھپائے رہا اور اپنے دل میں کہا کہ قسم ہے مسیح کے دین کی کہ
اس نا بخار کی سلطنت کو تباہ کر کے چھوڑوں گا۔ ملیاں نے خفیہ خفیہ موسیٰ ابن نصیر کو
انگلیس پر حملہ کرنے کی ترغیب دی۔ اور یہی بات فتح انگلیس کی باعث ہوئی۔ بُرے
اعمال ہمیشہ تباہی لاتے ہیں۔

(۴۴)

علاقہ تمیر کا صدر مقام اریولہ ہے۔ شاہ تمیر گوایک صاحب تدبیر اور جوانہ
شخص تھا مگر مسلمانوں کے مقابلہ میں اوس کو سوائے شکست کے اور کچھہ لفیض نہ ہوا
اوہ کے یک دن ساختی تھے تبغ ہو گئے۔ بالآخر چند جانشیاروں کے ہمراہ بھاگ گئے
اوہ نے اریولہ میں پاہولی اور عورتوں کو حکم دیا کہ سب اپنے سر کے بال کھول دیں

تیرے بہنال میں اور شہر کی فصیل پر ہتھیار بدن پر سجا کر مردود کی طرح کھڑی ہو جائیں اور جو مردمارے جانے سے پسح رہے تھے اون کو اون عورتوں کے سامنے کھڑے ہونے کا حکم دیا۔ اس فریب سے مسلمان اُن کی قوت کا اندازہ لگانے میں مغالطہ کھائے گئے اور یہ مناسب سمجھا کہ اُن سے صلح کر لی جائے۔ چنانچہ اون کو صلح کا پیغام بھیجا گیا۔ وہ تو تیار نیٹھی ہی تھے فوراً صلح ہو گئی۔ جب عہد نامہ ہو گیا تو اہل اربولہ نے اپنی اصلی کیفیت کا اظہار کر کے مسلمانوں سے معدودت چاہی اور ایفا کے عہد کے لئے منت سماجت کر کے اون کو شہر میں داخل کر لیا۔ فاٹکین نے دیکھا کہ وہاں فتحی سوائے عورتوں کی کثیر تعداد کے اور کوئی بھی نہ تھا مسلمانوں نے اون کے حیله کی تعریف کی اور اپنے عہد کا ایفا کیا کیونکہ مسلمان ایغا کے عہد کے سخت پابند تھے۔

(۴)

ابن حیان کا بیان ہے کہ جب عبدالرحمٰن اُحل نے ملک اندرس کو ملا جھراں کے پایا تو وہاں کے بہشندوں کو اطاعت شاہی اور ادب سلطانی کا عادی بنایا۔ مروٹ کرنے کا ایک ڈینگ بتلا کر ایک راہ پر لگا دیا۔ دفاتر قائم کئے۔ محلات تعمیر کی ائے ترمیب فوج کی عرض کے مختلف انتظامات کئے۔ حفاظت ملک کا اہتمام کیا اور تقریب لگان کیا۔ اون کے حسن انتظام کا لوہا سب مان گئے اور اون کا رعیت اون پر چھاپیا۔ یہاں تک کہ کل مملکت اندرس اون کے قبضہ میں آگئی۔ یہی وجہ تھی کہ اون کے دشمن بھی اون کی تعریف کے بغیر نہ رہتے تھے۔ چنانچہ ابو جعفر منصور عباسی بھی اون کی تعریف کرتا تھا اور اون سے ڈرتا رہتا تھا اور اون کو اپنی برابر کا بتلا یا کرنا تھا۔ ایک دفعہ اوس نے کہا کہ اگر سلطنت عباسیہ اباب قوت کی وجہ سے قائم رہ جائے تو یہ تعجب انگیز بات نہیں ہے۔ ہم تعریف کے قابل بات لودہ ہے کہ جو اوس گھنیہ دفرزانہ قریشی جوان نے کی ہے۔ جو اپنے غزیزوں سے جدا ہوا۔ اپنی بحست مردانہ

سے مصائب کو خاطر میں نہ لایا۔ اپنی دھن کا پکارتا۔ یہاں تک کہ اپنی عزت وظمت
 کی بنا رفاقت کرنے کے لئے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیا اور ایک درود دراز
 ملک میں سمندر پار جا پوچھا۔ جہاں اوس کے مقابلہ کے لئے کافی فوجیں موجود تھیں
 مگر اوس نے اون کو اپنی ہمت مردانہ سے منکست دی اور اپنے حیلوں سے شمنوں کو
 ایک درمرے سے لڑا کر اون کا خاتمہ کر دیا۔ اور سیاسی تدابیر سے اہل ملک کے
 دلوں کو اپنے ہاتھ میں لے لیا اور کل ملک پر قابض ہو گیا۔ یہ وہ شخص ہی کہ جو اپنے
 شمنوں کے لئے ایک قبر ہے اور اپنے حمد کا پورا۔ لوگ اوس سے محبت۔ بھی
 کرتے ہیں اور ڈرتے بھی ہیں۔ اس جوان پر ہی جوانی کا اطلاق حقیقتاً کیا جاسکتا ہے۔
 عبدالرحمن داخل عوام کے ساتھ اونٹھتے بیٹھتے تھے۔ اون کی تسكیمات کو سنبھلتے
 خود بذات خاص اون کے جھگڑوں کو جاکر طے کرتے تھے۔ اون کے پاس جانے
 میں کسی کو کوئی روک ٹوک نہ تھی۔ غریب اور ضعیف شخص بھی بغیر کسی کلفت کے
 اون سے الفاظ کا خواہاں ہو سکتا تھا۔ اون کی عادت تھی کہ کھانے کے وقت
 جس قدر آدمی موجود ہوتے تو وہ اون سب کو اپنے ساتھ کھانا کھلاتے۔ حتیٰ کہ جو
 فریاد لیکر اون کے پاس آئے ہوئے ہوتے تو وہ بھی اونہی کے ساتھ کھانا کھاتے
 تھا۔ ہم نو نہ شاہان سلطنت کا۔

(۷)

ہشام کے جود و سخا کی بابت یہ حکایت بیان کی جاتی ہے کہ ایک دفعہ وہ
 اپنے باپ کی حیات میں اپنی سیرگاہ میں لب دریا بیٹھتے ہوئے تھے۔ اونہوں نے
 ایک آدمی کو جو اونہی کا پروردہ تھا اور جیان کا رہتے والا تھا آئے ہوئے دیکھا
 اور اوس کے نبشرہ سے یہ جان لیا کہ اوس کو کوئی تخلیق پہنچی ہے۔ چنانچہ اوس کو
 اپنے پاس بلا بھجا اور حال پوچھا۔ اوس نے کہا کہ اوس کی قوم میں سے ایک شخص نے

ایک آدمی کو خطاءً مار ڈالا ہی جس کا خوب نہایت معملا کی رعایا کے اور عام طور پر
 کنائیوں کے ذمہ ہوا۔ اوس کا گھر انداخاص طور پر پکڑا گیا اور حب ہشام کے بھائی سلیمان
 حاکم جیان کو اس کا علم ہوا کہ ہشام اوس کے اوپر عنایت کرتے ہیں تو اوس پر خد
 طور سے سختی کی گئی۔ ہشام نے اپنا ہاتھ ایک کنیز کی طرف بڑھایا جو پرده کے پیچے
 تھی اور اوس کے گلے کا ایک زیور ٹھینکر کنائی کو دیدیا اور کہا کہ اس کو فردخت کرو۔
 قیمت میں ہزار دینار سے کم نہ لینا اور اپنی قوم کا جرمانہ ادا کر دینا۔ اوس نے کہا کہ
 وہ روپیہ کی حاضر نہ آیا تھا بلکہ ظلم کی شکایت کرنے اور اوس سے آئندہ محفوظ رہنے
 کی امداد کے لئے حاضر ہوا تھا۔ ہشام اوسی وقت سوار ہو کر اپنے والد کی خدمت میں
 گئے اور باریاب ہونے کی اجازت چاہی۔ چونکہ ناوقت ہشام کا آنا ہوا تھا اس لئے
 عبد الرحمن نے خیال کیا کہ کوئی سخت بات ضرر پیش آئی ہے اسلئے اوس نے ہشام
 کو فوراً اپنے حضور میں بُلا لیا۔ ہشام سلام کر کے کھڑے رہے۔ باپ نے بیٹے کو
 جب پیٹھنے کے لئے کہا تو اونہوں نے کہا کہ امیر المؤمنین قلب مطمئن نہ ہو تو کس طرح
 بیٹھ سکتا ہوں۔ عبد الرحمن نے حاجت کے پورا کرنے کا جب وعدہ کر لیا تو ہشام نے
 بیٹھ کر کل قصہ سنایا۔ اس پر عبد الرحمن نے بیت المال سے کنائیوں کے ذمہ جو خوب نہ
 تھا ادا کر دینے کا حکم دیا اور سلیمان کو لکھ دیا کہ آئندہ اوس کنائی سے تعرض نہ کرے
 جب کنائی ہشام کے پاس خست ہونے کے لئے گیا تو اس نیک سلوک کا بے حد
 شکریہ ادا کیا اور کہا کہ اب اس زیور سے مستغفی ہے وہ اوس کی مالکہ کو
 واپس دیدیا جائے ہشام نے یہ کمکردا پس لینے سے انکار کر دیا کہ یہ چیز اب واپس
 نہیں لی جاسکتی۔

(۸)

ابن سعید نے لکھا ہے کہ منذر بن سعید البولی رض میں پیدا ہوئے قرطبه

میں قاضی جماعت کے عمدہ پر فائز تھے۔ یہ ایک بڑے فصح و بلطف خطیب تھے اور قرآن جیسا دو حصہ میں بحث کیا تھا اسی کتابوں کے مصنف تھے۔ شعر گوئی میں بھی کمال تھے تھے۔ جب عبدالرحمن الناصر نے شاہ قسطنطینی کے سفار کی باریابی کے موقع پر قطبہ کے قصر شاہی میں وہ دربار منعقد کیا کہ جواب تکمیل زبان زدخلائی ہے تو اُس موقع پر خلیفہ کی خواہش ہوئی کہ خطیب اور شاعر اکھڑے ہو کر اون کی عالمت وعظت اور دوسرے سلاطین کی مفہومی دھرم عربی پر قدر پریس کریں۔ اسکم جو اُس وقت دیعہ تھے اونوں نے چند فہمتوں کو اس کے لئے منتخب کیا مگر سب سے پہلے اونوں نے ابو علی البغدادی کو جوہان آئے ہوئے تھے کھڑا کیا۔ یہ صاحب اہم الکلام و بحر اللغت تھے۔ اونوں نے خدا کی ثنا ولغت رسول اکرم ہی کی بھی کہ ر عجیب مارسے خاموش ہو گئے اور زبان نے آگے یاری نہ دی۔ جب متذر بزر بن معید نے یہ دیکھا تو اونوں نے اپنی ہی جگہ پر کھڑے ہو کر ابو علی کے کلام سے مفصل اپنی تقریر تحریک کر دی جس نے سب کی عقولوں کو حیران کر دیا۔ اس واقعہ کا خلیفہ پر بھی اچھا اثر پڑا اور کما کہ داعی یہ شخص اپنی قوم میں بڑا ادمی ہی۔ حاضرین میں اون کی قابلیت اور بر جستہ تقریر کا براچر چہ ہوا۔ خلیفہ نے جب استفسار کیا کہ وہ کون شخص ہے۔ تو ولیعہم نے اون کے حال سے خلیفہ کو آگاہ کیا۔ خلیفہ نے اون کو زہرار کی جامع مسجد کا امام اور خطیب مقرر کر دیا اور بعد ازاں قطبہ کا قاضی جماعت منفرد کیا۔ یہ علم ہی کافی عن تھا کہ صد یوں بعد آج ہم اون کی حکایت سن رہے ہیں۔

(۵)

لکھا ہی کہ فقیہ ابو ابراہیم کی الناصر دین اللہ اور حکم کی نگاہ میں بڑی وقعت تھی۔ فقیہ ابو المقادی بن مفرج اون سے استفادہ علمی حاصل کرنے جایا کرتے تھے۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ اپنی مسجد میں وہ طلبہ کی جماعت کے ساتھ ظرو عصر کے دریان میٹھے

ہوئے تھے کہ خلیفہ احکام کا ایک خواجہ سر اپنی عالم شاہی لیکر آیا اور کہا کہ خلیفہ نے یاد کیا ہے۔ آپ کے وہ منتظر تھے ہیں اور جلدی آنے کے لئے کہا ہے۔ فقیہ نے جواب دیا کہ بسرو پشم حاضر خدمت ہو گا مگر جلدی ممکن نہیں اس لئے کہ خدا کے گھروں میں سے ایک گھر میں طلبہ کو صدیت قدسی سنارہا ہوں۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ یہ متبرک شغل چھوڑ دوں اور نہ اس مجلس کے وقت مقررہ سے پہلے اسکو چھوڑ سکا ہوں۔ اسلئے کہ یہ مجلسِ حضور رضا و اطاعت خداوندی کے لئے منعقد ہوتی ہے میرا یہاں ہٹیرنا زیادہ ضروری ہے۔ فارغ ہو کر حاضر خدمت ہو گا۔ یہ کہہ کر وہ اپنے کام پر مشغول ہو گئے۔ خواجہ سرا کو یہ جواب ناگوار گزرا اور حرف بحرف خلیفہ کو جانا یا جب لوٹ کر آیا تو آثارِ غصتہ چہرہ پر نہ تھے اور کہا کہ خلیفہ نے بعدِ سلام جواب دیا ہے کہ خدا تعالیٰ آپ کو جزاۓ خیر دے اور دین کو امیر المؤمنین اور جماعت مسلمین کو تمہاری ذات سے قائدہ پہونچائے۔ چونکہ یہ اصرِ حم نے اپنے ذمہ لے لیا ہے اس لئے اوس کا پورا کرنا مقدم ہے۔ فقیہ نے خواجہ سرا سے کہا کہ میاں تم جوان آدمی ہو۔ اتنا اور کہ کسی خلیفہ کے پاس جباؤ اور کوکہ بوج ضعف پیری کے نہ میں حل سکتا ہوں اور نہ کسی جانور پر سوار ہو سکتا ہوں اگر قصر شاہی کا بابِ الصناعہ چو میرے قرب پڑا ہی کھول دیا جائے تو میں بہ آسانی آسکوں گا۔ وہ شخص گیا اور واپس آگر کہنے لگا کہ خلیفہ نے اوس دروازے کے کھول دینے کا حکم دیدیا ہی اور وہ تمہارے منتظر ہیں۔ فقیہ بوابِ حرم نے اپنا درسِ روزانہ معمول کے مطابق بلا کسی گھبراہٹ یا فکر کے پورا کیا اور تب یہ سلوک تھا مسلمان یاد شاہیوں کا علماء کے ساتھ۔

(۱۰)

کتب تاریخ میں درج ہے کہ الناصرہ بن اسد کی دفات کے کچھ روز بعد آن کے ہاتھ کی کمی ہوتی ایک سحر بر قدری جس میں ادنوں نے اُن دنوں کو قلمبند کیا تھا کہ جن میں

ادن کو کوئی فکر نہ رہا تھا۔ اس کی تفصیل بقید روز و تاریخ و سسنه لکھی ہوئی تھی۔ حساب کرنے سے معلوم ہوا کہ ان دونوں کا مجموعہ صرف چودہ دن ہوا۔ یہ وہ خلیفہ تھا کہ جس نے پچاس برس چھ ماہ اور میں روز حکومت کی بھی اور سعادت نے جس کی قسم کھانی تھی۔ اسی سے اس دنیا دنی کی یہودیت کا سبق حاصل ہوتا ہے۔

(۱۱)

ابن ابی عامر کی ذہانت و ذکاوت اور حسن انتظام کے سلسلہ میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک سو دا گر اندر اس آیا۔ اوس کے پاس عمدہ یا قوت سنئے بھرا ہوا ایک شریخ کیسے تھا۔ ایک روز نہر پر پہنانے کی غرض سے اوس نے وہ کیسے لپٹنے پاں سے علیحدہ کر کے اپنے کپڑوں پر رکھ دیا۔ ایک پرندہ اوس کو لپٹنے منہ میں اٹھا کر حلیدا۔ یہ بد جو اس ہو کر اوس کے پیچے بھاگا مگر وہ پرندہ باخون میں ادھر ادھر ہو گیا اور اوس کی نظر سے غائب ہو گیا۔ اوس نے اپنی پریشان حالی کا ذکر لپٹنے ایک دست سے کیا اوس نے صلاح دی کہ ابن ابی عامر سے یہ ماجرا بیان کرو اعلیٰ ہے کہ وہ کچھ بندوبست کرے۔ چنانچہ اوس نے ایسا ہی کیا۔ ابن ابی عامر نے کہا کہ انشا اللہ ہم اس کی تفتیش کر نیکے چنانچہ اونہوں نے آن باغات کے مالکوں کو طلب کیا اور ادن کے خدام سے یہ دریافت گیا کہ کسی شخص کا حال تو اس زمانہ میں تبدیل نہیں ہوا۔ اونہوں نے بتایا کہ ایک شخص نے جو کوڑا کر کر اٹھایا کرتا تھا حال ہی میں ایک گدھا خریدا ہے اور اوس کے حالات پہلے سے بدل سکتے ہیں لابن ابی عامر نے اوس کے حاضر لائے جانے کا حکم دیا۔ جب وہ حاضر آیا اور ابن ابی عامر کی نظر اوس پر پڑی تو اوس سے سخ کیسہ لا کر حاضر کرنے کی کہا یہ شخص رب کی وجہ سے کافی پ گیا اور کہا کہ میں مگر جا کر اٹھی لے آما ہوں۔ ایک شخص اوس کے ساتھ کر دیا گیا اور وہ کیسے لے آیا۔ اوس میں صرف اوسی قدر مال کم ہوا تھا کہ جو اوس سو دا گر کے ناگوار

خاطر نہ ہوا۔ کیسے اوس کے مالک کو واپس کرو یا گیا۔ اوس نے شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ میں اس واقعہ کو تمام مالک میں جہاں جہاں میرا جانا ہو گا بیان کروں گا کہ ابن ابی عاصم حابوزوں سے کے ہاتھ سے بھی کسی پر ظلم نہیں ہونے دیتا اور ادن پر حکومت کر آہے۔ ابن ابی عاصم نے کوڑا کر کٹ ادھارے نے والے کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ اگر تم یہ کیسے خود ہمارے پاس لے آتے تو اس قدر انعام پاتے کہ معاش سے بے فکر ہو جاتے۔ اب تم یہاں سے چلنے جاؤ اور اسی کو غنیمت سمجھو کہ تم کو کوئی سزا نہیں دی جائی۔

(۱۳)

رواہت ہے کہ ابن ابی عاصم کا ایک قاصد شکنیس کے باڈشاہ غرسیہ کے پاس پہنچا۔ یہ شکنیس تغظیم و تنکی محکم کے ساتھ ایک عرصہ و پال رہا اور کوئی جگہ دہاں دیکھنے سے نہ چھوڑی۔ یہاں تک کہ گنسیون تک میں بھی گیا۔ ان گنسیوں میں سے ایک میں جب وہ گیا تو اوس کو دہاں ایک مسلمان عورت ملی جو عرصہ سے دہاں قید تھی۔ اوس عورت نے اپنا سارا قصہ بیان کر کے کہا کہ کیا ابن ابی عاصم اپنے عیش میں پنی تکالیف کے زمانہ کا سحول گیا کہ مصیبت زدؤں کی خبر نہیں رکھتا۔ رسول گزر گئے کہ میں یہاں قید ہوں اور ہر طرح کی ذلت سہ رہی ہوں۔ میں تم کو رب العزت کی فسم دینی ہوں گے تھا اکل قصۂ اوس سے بیان کر دینا۔ چنانچہ اوس نے واپسی پر تمام قصۂ اوس عورت کا بیان کر دیا۔ ابن ابی عاصم اوس قاصد پر سخت ناراض ہوا اور ملامت کی کہ تم نے اوس کی رہائی کی فوراً کوئی تبیر کیوں نہ شروع کر دی۔ چنانچہ فوراً دہنوں نے فوج کی تیاری کا حکم دیا اور جہاد کا ارادہ کر دیا۔ اور سرعت سے منزلہ میں طے کر کے شاہ غرسیہ کو دیا۔ وہ اس چڑھائی کو دیکھ کر مستحب و پرشان ہوا اور کھلا کر بھیجا کہ جب مجھ سے کوئی خطہ سرزد نہیں ہوئی تو مجھ پر چڑھائی کا کیوں قصد ہے؟ ابن ابی عاصم

ستے جواب میں مکھلا بھیجا کہ تم نے اس وعدہ پر مجھ سے صلح کی تھی کہ کوئی مسلمان مرد یا عورت تمہاری مملکت میں مقید نہیں رہیگا مگر مجھے معلوم ہوا ہی کہ ایک مسلمان عورت فلاں کیسے میں موجود ہے میں اس سرزین کو بلا ایمنٹ سے ایمنٹ بجا کے ہرگز نہ چھوڑوں گا۔ غریبی نے فوراً اس عورت کو اپنے ابی عامر کے پاس بھیج دیا اور یہ قسم کہلا کر بھیجا کہ اوس عورت کے یہاں مقید ہونے کا علم اوس کو نہ تھا اور آپ کی قسم پوری کرنے کے لئے میں نے اوس کیسے کو گرانا شروع کر دیا ہے۔ یہ سن کر اپنے عما مسحہ اپنی افواج کے داپس ہو گیا اور اوس عورت کے ساتھ عمدہ سلوک کر کے اوسکی قوم میں بھیج دیا۔ یہ بھی غیرت مذہبی کہ جن کو یاد کر کے ہم اب بسوں میک نہیں لیتے۔

(۱۳)

شہزادہ مصطفیٰ راندھی نے قرطیہ کے دریا پر مل بنا نا شروع کیا اور شہزادہ کے وسط میں مکمل کر دیا۔ اس مل سے عوام کو بہت نفع ہوا۔ اس پر ایک لاکھ چالیس نہار دینار لاگت آئی تھی جس زین پر مل بنا تھا وہ ایک بوڑھے آدمی کی ملکیت تھی اور وہ اوس کو دینا نہیں چاہتا تھا۔ مصطفیٰ نے چند اشخاص کو اوس کے راستی کر لینے پر متعین کیا۔ بڑھا جب اول لوگوں کے پاس حاضر ہوا تو اونوں نے اوس قلعہ زین کی خریداری کی غرض بیان کر کے کہا کہ مصطفیٰ بلکہ جبرہ اکراہ کے اضافت کے ساتھ اوس کو خریدنا چاہتا ہے۔ بڑھا راضی ہو گیا اور اپنے نزدیک بہت زیادہ فرمیت بڑھا کر اس دینار طلائی مانگے۔ ان رضا چاہتے ہیں واسے اشخاص نے فرمیت جان کر فوراً دس دینار طلائی اوس کو ادا کر دیئے اور چند لوگوں کو گواہ کر لیا۔ مصطفیٰ کو جب یہ معلوم ہوا تو وہ بڑھے کی کم خلی بڑھتے ہنا اور حکم دیا کہ تاؤ دینار طلائی اوس کو اور ادا کئے جائیں۔ بڑھے کو اس قدر خوشی ہوئی کہ قریب تھا کہ اوس کے حواس جاتے رہیں مگر وہ سنبھالا اور مصطفیٰ کے پاس جا کر بہت شکر یہ ادا کیا۔

(۴۳)

ایک دفعہ عوام میں سے ایک شخص نے اُک منصور کی جگہ میں چلانا شروع کر دیا کہ اے مظلوموں کے دادرس اس شخص نے جو تمارے سر کے قریب ڈال لئے گھر لے مجھ پر ظلم کیا۔ شخص حکمی جانب اشارہ کیا گیا تھا ایک صقلی نوجوان تھا اور منصور کے حفاظتی وسعت فوج میں سے تھا جس کی وقت منصور کی نگاہ میں بھی منصور نے وجہ شکایت پوچھی تو اوس نے کہا کہ ایک لونڈی ہم دونوں کی شرکت میں بھی یہ آدمی میرے حصہ کا کام اوس کو نہیں کرنے دیتا۔ اور حب حاکم کے رد برد میں نے اس شخص کو لیجانا چاہا تو وہ نہ گیا منصور نے یہ سن کر کہا والہار خدمت گاروں نے ہم کو سخت بلا میں گرفتار کر رکھا ہے اور اوس جوان کی طرف گرم نگاہ سے دیکھ کر کہا کہ اپنی ڈبائی دوسرے شخص کو دیدیو۔ جب تک تمہارا مقدمہ فصیل ہو دی یہ تمہارا کام انجام دیگنا اور اب سے تم میری نگاہ میں دلیل ہو گئے۔ اس کے بعد پولس والوں سے اوس کو حاکم کے رد برد بے چانے کے لئے کہا۔ بدی جب مقدمہ جیت گیا تو آکر منصور کا شکریہ ادا کیا منصور نے کہا کہ تمہارا تو انفات ہو گیا اب تم اپنا رسٹہ پکڑو۔ اب میرا الفاظ باقی رہ کیوں کہ یہ میری ہی خلفت کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ اس صقلی جوان کو ذلیل کیا اور اپنی خدمت سے برطرف کر دیا۔

(۴۵)

ابن حیان کا بیان ہے کہ سردی کا موسم تھا رات کا وقت باشش ہو رہی تھی اور سرد ہوا پھر رہی تھی اور منصور ایک مرد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ دفعتاً اونہوں نے ایک سوار کو روک لیا اور حکم دیا کہ تم فوراً جا کر درہ طیالس میں جا کر گھر لے ہو جاؤ اور جو آدمی سب سے پہلے تمہیں جانا ہوا ملے اس کو ہمارے رد برد پکڑ لاؤ غریب سوار رات بھر سردی میں اور ہوا میں اس درہ میں کھڑا کا تپا کیا مگر اوس سے کوئی

جانے والا نہ ملا۔ صبح ہوتے وقت ایک نہایت بورہ آدمی گھٹے پر سوار لکھ رہا گئے
کے اوزار لئے ہوئے جاتا ملا۔ سوار نے پوچھا تو بڑھے نے کہا کہ لکھ رہا یعنی جارہا
ہوں۔ سوار نے دل میں سوچا کہ اس غریب بڑھے سے کہ جو لکھ رہا یعنی جارہا ہے
منصور کو کیا کام ہو گا اور اوس کو جانے دیا۔ لیکن وہ بڑھا کچھ ہی دور گیا ہو گا کہ ساہی
کے دل میں منصور کی سیاست اور سطوت کا خیال آیا اور اوس نے بڑھے کو روک کر
کہا کہ میاں تم پہلے مولانا منصور کے پاس چلے چلو۔ بورہ بڑھے نے بیاجت سے کہا کہ
بھائی مجھے غریب ملکیں سے منصور کو کیا کام ہو سکتا ہے۔ مجھے جانے دو۔ مجھے آج کی
روزی کافر لگا ہوا ہے۔ مگر سوار نے اوس کو نہ چھوڑا اور منصور کے سامنے لا حاضر کیا
منصور سوار کے انتظار میں رات بھر بیٹھے رہے۔ غرض کہ بورہ بڑھے کی تلاشی کا حکم ہوا مگر
اوس کے پاس کچھ نہ تکلا۔ منصور نے حکم دیا کہ پالان کی تلاشی لی جائے۔ اوس میں
سے عیسائیوں کا ایک خط پینے ہم نہ ہبھوں کے نام کا نکلا جس میں مختار تھا کہ فلاں
موقع پر لوٹ مار شروع کر دی جادے۔ ان عیسائیوں کو پکڑ بلوایا گیا اور سب کے سب
قتل کرا دیے گئے۔ بڑھا بھی ائمہ کے ساتھ مار دیا گیا۔

(۱۴)

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ منصور اپنی فوج کے معائنہ کے لئے ایک میدان میں
بیٹھے ہوئے تھے اور لوگوں کا ایک ہجوم آن کو گھیرے ہوئے تھا کہ این ابو یکبر بری
جو ملک مغربی کی فوج کا ایک افسر تھا آیا اور منصور سے مخاطب ہو کر اپنے لمحہ میں کہ
رجحیدہ سے رنجیدہ آدمی ہنس پڑے کرنے لگا کہ حضور نہ آپ کے پاس رہنے کو گھرو
اور نہ میرے پاس۔ میں تو بالکل ہی میدان میں کھڑا ہوں۔ منصور نے پوچھا کہ کیوں ہی
تمارا دسیع مکان کھاں گیا۔ تو اس نے جواب دیا کہ بر راشد حضور کی عطا کر دن گئے تو
نے مجھے اس مکان سے باہر نکالا ہی۔ وہ مکان گوناگون اغصتوں سے اتنا بھر گیا ہے۔

کہ مجھے وہاں سے کافی پڑ گیا۔ اور اب میں پھر دہ کا وہی بھوکا بربادی ہوں یعنی منصور نے
جواب دیا کہ قدامت ہمیں جزا لے خیر دے تم تو فیکرِ غفت میں ہم سے بھی پڑھو سئے تھے اسی
یہ بلا غفت کلامِ انسان کو دھوکے میں ڈالنے والی ہے۔ اپنے اس حمنِ کلام سے کہتے
ہیاراول اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ پھر اندرس کے ان گلوں سے جوان کے گرد جمع
تھے متوجہ ہو کر کہتے گئے کہ ”صاحبو! اداۓ شکر یہ کا یہ طریقہ اچھا ہے کونکہ اس میں
حُسنِ طلب بھی شامل ہے“، یہ کہکر انہوں نے ابن ابو بکر کو ایک وسیعِ مکانِ خطبا
فرمایا جانے کا حکم دیا۔

(۱۷)

منصور بن ابی عاصر کی ہمیتِ فوجی قواعد اور فرا اُضن کی پابندی بے حد شہور ہو گئی
تھی۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ فوج کا حامزہ سیلے وقت ان کی بگاہ ایک ٹوار پر پڑ گئی۔ جو
کسی پاہی نے انتہائے میدان پر نکلی کر لی تھی اور اس کا بخیال تھا کہ منصور کی بگاہ
اس تک نہیں پہنچ سکتی۔ منصور نے اس کو فوراً پکڑ لبوا یا اور اوس نے سے کہا کہ اسے موقع
پر جکہ ٹوار میان سے بکالنے کا حکم نہیں ہے خلاف درزی کیوں کی گئی۔ اس نے
جواب دیا کہ دو میں اپنے ساتھی کو ایک چینز کھلا رہا تھا اور جو نکہ میرا میان ڈھیلا ہے
اس وجہ سے ٹوار بھل پڑی۔ منصور نے کہا کہ ”خلاف درزی احکام میں کوئی بہاذ پیش
نہیں جا سکتا۔ الغرض انہوں نے حکم دیا کہ اسی کی ٹوار سے اس کا سر آڑا دیا جائے
اور تیزہ پر اوس کا سرہ کھل کر تشویہ کیا جائے۔ اور ایک شخص آگے اس کا جرم بیان کرتا
جائے تاکہ دوسرے لوگوں کو عبرت ہو۔“

(۱۸)

ابن ربیع ہمدانی نے لکھا ہے کہ الناصر کو آبادی زمین قدر علماً قابل لوگوں کو داد
در از ممالک سے صحیح کرنے اور سلطنت کی عزت کے آثار قائم کرنے کا بڑا شوق تھا

چنانچہ انہوں نے شہزادہ را کی تعمیر کرائی جس کا ذکر اب تک زبانِ زدھلائق ہے۔ انہوں نے
 اپنی تمام تر ہمت اس شہر کی خوبی اور وہاں کے قصر کو عجیب و غریب بنانے میں صرف
 کردی۔ اس میں ان کو اتنا انہاک ہوا کہ جامع مسجد میں اگر نمازِ جمعہ ادا کرنے سے بھی باز
 رہے۔ چنانچہ میں جمیع مساجد اور جماعت میں شرکیں نہ ہوئے فاضنی منذر نے ہو اُس نے ماہ
 کے سر برآ درود رکنِ مذہبی تھے، قصد کیا کہ بذریعہ و عظ و نصائح و حکمات آن کو ایسے
 انہاک سے خوف دلائیں اور توہہ کرنے اور خدمتِ تعالیٰ کی طرف جو جمع ہوئے
 کے لئے مامل کریں چنانچہ انہا صریح نمازِ جمعہ میں آئے۔ تو فاضنی منذر نے حاضر خطیب
 کو خدا یہ تعالیٰ کے اس قول سے شروع کیا کہ آتَيْتُمُونَ بِكُلِّ مِرْأَعٍ تَادِاعْظَمِينَ اور اسکے
 بعد یہ آیت شروع کی مطاعم الدین اقلیل و الاخرۃ خیر المن الحق اور کہا کہ مقام آخرت
 ہی دار الفرار ہے اور عماراتِ مستحکم بنانے اور اون کی دلفریبی میں مستغرق ہو جائے۔
 اور خرچ عمارات میں اسراف کرنے کی نہیں دلنشیں الفاظ میں کی اور تحفیتِ موت اور
 اوس کی تکالیف کو یاد دلانے والی باتیں کیں اور ایسے شوق کو کہ جو راه راست سے
 ہٹانے والا ہی ترک کرنے کی رغبت..... اور توہہ کرنے کی طرف تو جہہ دلائی۔ اور لذت
 دنیا سے بچنے اور لفڑ کو اوس کی خواہشون کے موافق چلنے سے باز رکھنے کی ہدایت
 کی۔ عوام کے دلوں میں اس قدر خشیتِ الہی پیدا کر دی کہ سب کے دل نرم ہو سکے
 اور روپڑے سب نے پانے گناہوں کا اعتراض کیا اور توہہ کی۔ الناصر پر سب نے یاد
 اثرب را اسلئے کہ وہ جانتے تھے کہ اس تقریرِ دلگذار سے اون کی ذات خاص مقصود
 ہے۔ وہ بہت روئے اور سختِ مشرمند ہے۔ اور غصبِ الہی سے پناہ مان گے
 لیکن دل میں فاضنی منذر سے ناراض ہو گئے اور ان کے جانے کے بعد پانے میں طحکم
 سے ان کی شکایت گئی چنانچہ وہ جامعہ زہرا میں حوالانا احمد صاحب الصنوارہ کے
 پیچے نماز پڑھنے لگے۔ کچھ عرصہ بعد ایک روز طحکم نے پانے باپ سے کہا کہ دو جی آپ

قاضی منذر سے ناراض ہیں تو ان کو معزول کر دینے میں آپ کو کیا امر مانع ہے،" یہ سن کر الزاهر نے بیٹے کو بھڑک دیا اور کہا کہ منذر بن سعید جیسے آدمی کو باوجود اُنکے علم و فضل برکت کے معزول کر دیا جائے یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ خواہ بھی کو ولیعهدی سے کیوں نہ معزول کرنا پڑے۔ تاکہ وہ نفس جو صراط مستقیم سے دور ہو کر غیر مقصود کی طرف جاتا ہے سزا پائے۔ مجھے خدا کے پاک سے شرم آتی ہے کہ میرے اور نماز جمعہ کے درمیان منذر جیسے نتفی اور پرہیزگار اور صادق شخص شفیع نہ ہوں جب تک میں اور وہ زندہ ہیں۔ میں لوگوں کے ساتھ اُنہی کے پیچے نماز پڑھوں گا۔ اس لفظوں کے بعد الناصر نے حکم دیا کہ محل میں فرش و فروش کرایا جائے اور بھرہ بہت سے علماء کی دعوت کی جیسا تک تمام مجلس۔ پڑھو گئی۔ قاضی منذر سب سے آخر میں پوچھے۔ وہ پھٹے پڑا نے پھرے پہنچے ہوئے تھے۔ الناصر نے اُنہیں اپنے قریب بھائی کا اشارہ کیا مگر اوہوں نے کہا کہ دوئے امیر المؤمنین انان کو چاہئے کہ مجلس انہیں جہاں اس کو جگہ مل جائے بیٹھ جائے یہ نہ کرے گہ لوگوں کے کندہ ہوں پرستے کو دتا پھرے ہے چنانچہ وہ وہیں آخر مجلس میں بیٹھ گئے۔

(۱۹)

واقعہ مگار لکھتا ہے کہ ایک مرتبہ امیر المؤمنین الناصر مدین اللہ امتنقی کی نماز کے لئے نکلے۔ چونکہ اُن کے ارادہ کی عوام کو خبر ہو چکی تھی اس لئے لوگ پہلے سے ہی مصلتے پر پوچھ گئے۔ قاضی منذر نے ایک شعر سے پوچھا کہ نہ معلوم خلیفہ یا سے موقع پر جا کر کیا کریں گے اُس نے جواب دیا کہ میں نے لَح سے زیادہ کبھی اُن کو عاجز اور خاشع نہیں دیکھا وہ کچھہ حیران ڈرے ہو سے اکیلے خاموش ذلیل پھرے پہنے زین پر لیئے ہوئے تھے سر اور دار طہی خاک آلو دھنی اور درد ہے تھے اور اپنے گلنا ہوں کا اعتراض کرتے ہوئے کہتے جاتے تھے کہ "اللہ" یہ میرا عاجز سر تیرس سامنے نہیں ہے اور میرا ماتھا

تیرے آستانہ پر ہے۔ الٰی کیا تو میرے گناہوں کے عوض میں میری رعایا کو عذاب دینا چاہتا ہے۔ تو احکم اسحاکیں ہے "راوی کتا ہے کہ یہ سن کرت قاضی منذر کے چہرہ شادابی آگئی اور وہ بول آئٹھے کہ اگر یہ عجز و انحراف کی بھی حالت ہے تو بارش آیا ہی چاہتی ہے کیونکہ جب جبار دنیا کے دل میں خشوع پیدا ہوتا ہے تو جبار آسمان کو بھی رحم آتا ہے۔ چنانچہ لوگ نماز استغفار سے لوٹنے نہ پائے تھے کہ خوب زد رہے بارش ہونے لگی۔

(۲۰)

ایک دفعہ منصور جب کسی غزوہ سے واپس آ رہے تھے تو راستہ میں ادن کو ایک عورت نے روک کر کہا کہ پہلے میری بات سن لو تو گمراہوں۔ اوس نے کہنا شروع کیا کہ تم عیش دارا م کرتے ہو اور میرا یہ حال ہے کہ ایک لمحہ کے لئے میری آنکھوں کے آنسو نہیں سوکھتے۔ میرا بیٹا عیسایوں کی قید میں ہے اور میں رات ددن انگار دل پر لوٹتی ہوں۔ منصور یہ سن کر تربیٹ گیا اور فوراً اوس جانب کے عیسایوں پر گہجہ جہاں اس عورت کا بیٹا قید تھا حلہ کرنے کے لئے کوچ کرنے کا حکم دیا اور دہاں پہنچ کر اون عیسایوں کو تہ تنخ کیا اور اوس عورت کے بیٹے کو قید بند سے رہا کر دیا۔ یہ بھتی ہمت سلطانیہ۔

(۲۱)

کتب سیر میں لکھا ہے کہ عبد الرحمن الداصل نے ایک دفعہ بیان کیا کہ جب وہ خلیفہ وقت کے ہاتھ سے اپنی جان بچانے پڑتے تھے تو دریا سے فرات کے کنارے ایک گاؤں میں اون کا گزر ہوا۔ آنکھیں دکھنے ہی بھیں اور وہ اندھہ میرے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اُن کا بیٹا سیلمان جس کی عمر اوس وقت چار برس کی تھی سامنے کھیل رہا تھا۔ دفعتاً ایک لرکا مکان کے دروازہ سے روتا ہوا آیا اور اون سے چپٹ گیا۔ ڈر ہوا

معلوم ہوتا تھا۔ روتا جاتا تھا اور جس طرح کہ نیچے اپنے موقع پر کھا کرنے میں کھتا جاتا تھا۔ وہ
 اوس کو سلی دیتے تھے، مگر وہ چپ تھا ہوتا تھا۔ وہ یہ دیکھنے کے لئے کہ کیا معاملہ ہے باہر
 نکلے۔ دیکھا تو تمام لوگ کچھ سمجھے ہوئے۔ ہیں اور ایک بحث سے یاہ سیاہ جبنت سے
 اون کی جانب بڑھتے ہوئے نظر آئے۔ اون کا ایک بھائی جو اون کے ہمراہ تھا وہ
 بھی ایک طرف سے بھاگتا ہوا آیا اور سمجھنے لگا کہ بھائی کسی طرف بھاگ نکلنے کی فکر
 کر وہ سیاہ جبنت سے آگئے۔ اونوں نے اپنے دیوار اور ٹھاے اور اوس بھائی کو
 ساتھ لے کر جل کھڑے ہوئے۔ اون کی بین، اون کے چیچے پیچھے بھی اور اون کا علام بد
 نامی ان کے ہمراہ تھا۔ وہ کچھ وہ رحلکر گاؤں کے قریب ایک جگہ مچھپ رہے اور دیکھا
 کہ تھوڑی سی وبر میں سواروں نے اسی مکان کو کہ جسیں دیکھے ہوئے تھے اُنکر
 گھیر لیا۔ وہ فرات کی چانپ پڑھے تو اون کا ایک جان پیچان شخص اون کوں گیا اور ایک
 سفر کے لئے ایک گھوڑا خرید دیئے کی درخواست کی اوس نے اپنے ایک علام
 کی سردوپ کام کر دیا مگر یہ علام ایسا ہیودہ تھا کہ اگر وہ اوس کے بھروسہ پر رہتے تو
 دشمنوں نے آپا ہوتا۔ چنانچہ لاچار فرات کی چانپ بھاگے اور سب سے پہنچنے آپ کو دیا
 میں ڈال دیا۔ سوار کنارے پر کھڑے اون کو پکارا کے اور ضرر نہ پہنچانے کے وعدہ
 کر لئے رہے اور لوٹ آنے کی ترغیب دلاتے ہیں۔ چونکہ وہ یہ ناخوب جانتے تھے
 اس لئے وہ یہ رہتے رہتے اون کا پھوٹا بھائی یہ رہتے ہمتوں ہارہ بھیا اور وہ ب
 جانے کے خود سے پراساں ہو کر سواروں کی یا تو میں آگیا اور لوٹ گیا۔ اونوں
 نے ہتھیری ہمت اوس کو دلانی گروں سے نہ سنایا۔ اس عرصہ میں وہ دیوار پار کر گئے
 اور اون کی آنکھوں کے سامنے اون کے بھائی کو قتل کر کے سوار اوس کا سرے کر
 چل دیئے۔ اس منظر سے اون کے دلپر ٹرا شرم ہوا اور وہ چھ طرف کو اون کا نہیا اور
 چل دیئے اور پھر بھائی کے افریقہ پہنچ گئے۔ پہا اون سے اون کی بسن سفیدتہ اور

بدر علام دونوں آئے۔ افریقیہ میں بھی امیر کی ایک جماعت ان سے پہلے پہونچی ہوئی تھی۔ عبد الرحمن بن حبیب الفرنی والی افریقیہ کے پاس ایک یہودی تھا جو عرب الملک کا ہم جسمیں تھا اور پیشین گویاں کیا کرتا تھا اوس نے پیشین گوئی کی تھی۔ کہ ایک قریشی مرد افغانی عبد الرحمن نامی جو شاہزادہ ہو گا اور جس کے دوزلفیں ہوں گی انہیں کا باوشا ہو گا اور اوس کی اولاد اوس کے بعد اوس کی وارثت ہو گی۔ یہ سن کر ابن حبیب فرمی۔ نے زلفیں رکنا شروع کر دی تھیں تاکہ لوگ یہ سمجھنے لگیں کہ یہ وہی شخص ہے کہ جس کی بابت پیشین گوئی ہے۔ جب عبد الرحمن الداصل دہائی پہنچنے تو ابن حبیب نے یہودی سے دریافت کیا کہ کیا یہی وہ شخص ہے کہ جوانہ لس کا بادشاہ ہو گا۔ یاد رکھو کہ یہیں سکو قتل کر دوں گا۔ یہودی نے کہا کہ تم الگ اسکو قتل بھی کر دو سکے تو بھی میں یہی کھوں گا کہ یہ وہی شخص ہے چنانچہ عبد الرحمن الداصل شاہ انہیں ہوئے۔

(۳۴)

منصور ابن عاصم کے حالات میں ایک عجیب و غریب واقعہ ایک کتاب میں لکھا ہوا ہے جو فارس کے کتب خانہ میں ہے۔ اس کتاب میں نہلو فرنگ کے پھول کی بابت جماں لکھا ہو دہائی اوس کے ذیل میں یہ روایت تھی تھی کہ ایک ہر قوم شاہزادہ کے نے جو عیانی دنیا کا سب سے زیادہ رفیع الشان بادشاہ تھا اپنਾ ایک سو فاصلہ منصور کی حد میں اسلئے بھیجا کہ دہائی جا کر مسلمانوں کے حالات و قوت کا اندازہ کرے۔ منصور نے اوس کے پہنچنے پر حکم دیا کہ چار قلعے سو نے کے اور چار ہی قلعے چاندی کے چھوٹے چھوٹے پتھرے منگو اکر طوبے جو منہ میں چھڑک، وادے لے جائیں۔ اس کی نعمیں کی گئی اور چھوٹے چھوٹے حصہ میں اُنکے ہوئے نہلو ہر دوں کے اوپر بیٹھے گئے۔ دو بھروسے بوزادی حصہ پر دوبار کیا اور عیانی قاصلہ کو صحیح سکے وقت پہنچنے میں بلوایا۔ جب آفتاب نکلا تو ایک ہزار علام سوئے چاندی کے طشت لئے ہوئے پہنچنے۔ اور نہلو فروں

نے پانی کی سطح سے اپنا سراو بھارا جن میں سے ہر ایک کے بچوں پر چاہدی اور سونا رکھا ہوا تھا اور ادھر غلاموں میں سے پاچھوئے سوئے کے اور پاچھوئے نے سوئے چاہدی کے پتھرے بچوں پر سے چین کر لپٹنے پانے طشت میں رکھے اور منصور کے سامنے پیش کر دیئے۔ فاصلہ یہ سب تماشے دیکھتا رہا تھا پہلے تو وہ ان غلاموں کی خوبصورتی اور قدری پوشش کی سے متوجہ تھا لیکن جب اوس نے یہ نظارہ دیکھا کہ ہر ایک نیلوفر اپنے کف دست پر سونا چاہدی لئے ہوئے حاضر ہے اور غلاموں نے اون کو چین کر منصور کے رو بروپیش کیا تو اوس کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ اوس نے زیادہ لفڑیش حال کی صورت نہ تجھی اور لپٹنے والا شاہ کے پاس واپس جا کر کہا کہ خبردار مسلمانوں سے لڑائی کا خیال بھی ذمہت میں نہ لانا یہ تو وہ لوگ ہیں کہ زمین تک اون کو سونے چاہدی کاٹاں پیش کرنی ہے۔

(۳۳)

صاحب ملتمس نے لکھا ہے کہ ابو محمد عبد المنعم قاضی غزنی اعظم کے یہاں شادی کرنے کی پیری بڑی آرزو تھی۔ اس معاملہ کے طے کرنے کے لئے میں نے ابن جبیر کو درمیان میں ڈالا۔ بالآخر میں اس میں کامیاب ہو گیا مگر ہم میان بی بی کے درمیان میں موافقت نہ ہوئی۔ میں نے اس کی شکایت ابن جبیر سے کی۔ اُس نے کہا کہ میری مرضی تھاری دہاں شادی کرنے کی نہیں اور محض تھارے اصرار سے میں نے اس امر میں کوشش کی اور اب تم پاہستہ ہو تو میں تم ددنوں کی علیحدگی کی کوشش کر دیں گا۔ وہ اسی وقت قاضی سے کہ یہاں گئے اور افتراق کا حکم لے آئے۔ ان ددنوں موقعوں پر میں نے اُن کے چہرے سے یہ نہیں پایا کہ وہ میرے اور کسی قسم کا احسان رکھنا چاہتے ہیں یا یہ کہ وہ اُس کو زحمت سمجھتے ہوں۔ کچھ دیر بعد وہ شودینا رکھی تھیں لے ہوئے میرے پاس آئے۔ اور کہنے لگے کہ ان داعیات کا باعث میں ہی ہوا اور تمہیں اس میں نقصان پہنچا

میرے پاس صرف یہی پوچھی ہے مہربانی کر کے اسے قبول کیجئے یہیں نے بعثت لینے سے انکار کیا گر وہ ہنسنے رہے اور اصرار کرتے رہے۔ آخر شیخ میرے انکار کے جانے پر وہ تھیلی کو داپس لے کر چلے گئے۔

(۳۴)

ایک روز مشہور شاعر ابن باجہ کے ہمہاں ایوب بن سلیمان مرداں شاعر گئے اُس وقت ابو الحسن ابن حوزی بھی وہاں موجود تھے۔ دوران گفتگو میں سلیمان نے کچھ ایسی باتیں کیں کہ جن سے ادن کی زیر کی اور کمال علم ادب پیکا تھا۔ ابو الحسن کو ایسے صاحب کمال سے تعارف حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ اور پراہ راست ایوب سے سوال کر بیٹھے کہ آپ کون ہیں۔ آہنوں نے جواب دیا کہ مناسب تو یہ تھا کہ تم کسی دوسرے سے میری بابت دریافت کرتے جس سے تمہارا حسن ادب ظاہر ہوتا اور میری عزت دلو فیر ہونی مگر خیر جب تم نے سوال کیا ہے تو میں بتانا ہوں کہ میں وہ شخص ہوں کہ جن کے افراد پر ایک زمانہ ایسا گذرا ہے کہ ہم لوگوں کو نہ جانتے وہی جانتے تھے۔ اور کسی کو دریافت کرنے کی ضرورت نہ ہوتی تھی اپھر تھوڑا سکوت کر کے تین سو ریسے برجستہ پڑھ جن سے ابو الحسن کو معلوم ہو گیا کہ وہ مرداں ہیں۔ ابو الحسن کھڑے ہو گئے اور ایوب کے سر کو بو سہ دیا اور اپنی ناواجب جرأت کی بہت معذرت کی۔ تھوڑی دیر بعد جب مرداں چلے گئے تو ابن باجہ نے ابو الحسن سے کہا کہ تم سے سخت بد تہذیبی ہوئی تھم دیکھہ ہے تھے کہ میں ان کا ادب کر رہا ہوں اور صدر میں انکو جگہ دی جی مگر تم پراہ رست ان کی بابت سوال کر بیٹھے۔ آئندہ اس میں احتیاط رکھو کہیں یہ عادت تمہاری نہ پڑ جائے ایسا کرنا سخت بد تہذیبی میں داخل ہے۔

(۳۵)

ایک واقعہ بکار قتلراز ہے کہ جبل ملعتصم بن صالح صحادہ شاہ میری نے اپنا مشہور قصر

صادحیہ بنایا تو ان کے کارکنوں نے ایک شخص کی زمین غصب کر کے باغ میں شامل
 کر لی۔ وہ لوگ جن کی یہ زمین تھی یہ تھی۔ ایک روز ملعون حب قصر صادحیہ کی نہر
 میں خوشی کے عالم میں کشتی پر سوار سیر کر رہے تھے تو دفعۃُ ان کی نگاہ ایک چیز پر
 پڑی کہ جو موسم میں یعنی ہوئی بھی چلی آئی تھی انہوں نے اُس کو نکال لیتے کا حکم دیا۔
 جب اُس کو کھولا تو اُس میں سے ایک کاغذ بکلا جس پر تحریر تھا کہ وہ اے غاصب !
 خدا تعالیٰ کا وہ قول یاد کر کہ ان لحداً اخی لہ تسعم و سعون نجۃ و احدۃ
 فقال أکفلتہ باوعزی فی الخطاب لا إله إلا الله۔ تو حاکم وقت ہی تھا کو خدا سے
 بزرگ و ببر تسلی و سعیت عطا کی ہے اور زمین کا مالک بنا یا ہے لیکن پھر بھی حرصلہ نکیر
 ہوئی اور اپنے وسیع باغ میں یہیوں کا ایک چھوٹا سا قطعہ زمین شامل کر کے حلال شے
 کو حرام بنا لیا اور خوشبو کو بدبو سے ملا لیا اگرچہ تو بوجہ اپنے غلبہ سلطنتی نے کے مجھ سے چھا
 ہوا ہے اور میں تیری شان کی بزرگی کی وجہ سے یہی رو برو آنے کی جرأت نہیں
 کر سکتا۔ لیکن مل کو تو اُس ذات پاری کے سامنے حاضر ہوئے والا ہے کہ جس سے
 کوئی چھپ نہیں سکتا۔ اور جس کے سامنے مظلوم کی فریاد بیکار نہیں جاسکتی، اسکو
 پڑھکر الملعون کے دل پر ایسا اثر پڑا کہ اُس کے آنسو بکلن پڑے اور وہ خوف خدا سے نہ کہا
 اُٹھا اور حکم دیا کہ قصر صادحیہ کے کارکن فوراً اُس کے رو برو لائے جائیں۔ جب وہ حاضر
 ہوئے تو ان کو سوائے سچ بو لئے کے کوئی چارہ نہ تھا لیکن یہ عندر پیش کیا کہ ایسا
 نہ کرنے سے باغ عیوب دار رہ جاتا۔ الملعون کو یہ سن کر سخت غصتہ آیا اور کہا کہ وَا اللہ خدا
 کی نگاہ میں یہ خوبی مکروہ ترین ہے۔ اس کے بعد وہ زمین یہیوں کو واپس دیے جائیکا
 حکم دیا۔ کچھ عرصہ بعد ایک موقعہ پر مریے کے چند سر برآ درودہ اشخاص اپنے دوستوں کی
 ایک جماعت کے ساتھ وہاں تھے گزرے۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ اس زمین
 کے نکل جانے سے باغ کا منظر خراب ہو گیا۔ الملعون نے سُن کر کہا خاموش رہو۔ ولہ

یہ عجیب اس نظر کی زندگی و فخر ہے۔

(۳۶)

ذریں ہاشم بن عبد الغزیر و زیر الولید بن عبد الرحمن کے دوست تھے۔ اس دوستی کو
وہ مرتوں نباہتے رہے۔ ایک مرتبہ سلطان محمد کسی بات پر ہاشم سے ناراض ہو گئے اور
ان کو قید کر دیا۔ کسی موقع پر سلطان نے لپنے خدام سے بر سبیل تذکرہ ولید کی موجودگی
میں ہاشم کا ذکر کیا اس وقت ولید کے سوا کوئی شخص بھی ایسا نہ تھا کہ جو ایک لفظ بھی شہم
کی سفارش میں سلطان سے کہ سکتا۔ چنانچہ ولید نے سلطان سے کہا کہ خداۓ بزرگ و
برتر سلطان کو صلاحیت دارین عطا فرمائے۔ ہاشم اس میں بے قصور ہے اور وہ وہ
اپنی حد سے گزر رہے اُس نے اس معاملہ میں اپنی تمام تر کوشش صرف کر کے حی
نک ادا کر دیا۔ نتیجہ اُس کے اختیار میں نہ تھا جن اشخاص پر اُس نے اعتبار کیا انہوں
نے کو اُس کو دہوکہ دیا مگر اُس کا قدم نہ ڈال گکا یا یہاں تک کہ وہ اُس میں ایک حد تک
کامیاب ہو گیا۔ اُس پر کوئی ایسا الزام نہیں ہے کہ وہ قابل ملامت کہا جاسکے اُس نے
جو کچھ بھی کیا۔ امیر کی رضامندی حاصل کرنے اور ناخوشی سے بچنے کے لئے کیا اس سعی
میں اگر اُس سے کوئی ایسی حرکت سرزد ہوئی ہو کہ جو قصور کی حد تک پہنچ گئی ہو تو
وہ قابل معافی ہے۔ امیر کو یہ لفت گو پند آئی اور ان کی وفاداری کی مشکور ہوئی
ہاشم کو جب یہ معلوم ہوا تو انہوں نے ولید کا بہت شکریہ ادا کیا اور کہا کہ دوست دہ ہی کہ
جو سخنی اور مصیبت میں دوستی دکھائے اور بھائی وہ ہے کہ جو غیر پست میں وفا کرے۔

(۳۷)

قاضی ابو الحسن کے مراج میں طرافت کے ساتھ وقار و سبhidگی بھی تھی۔ ایک فتح
آن کو طمیر بادشاہ مریٹے بلا یا۔ وہ چلے تو قاضی کی شان سے آہستہ آہستہ قدم آٹھاتے
ہوئے چلے۔ جو آدمی آن کو بلانے آیا تھا اُس نے آن کو نیز چلنے کے لئے کہا مگر یہ بھلا

یہ جلد قدم آئھا لئے واں لے کہاں تھے خرامان خرامان بادشاہ کے پاس ہوئے تو اُس نے بھی دیر کرنے کی شکایت کی۔ بادشاہ سے شکایت سن کر فاضنی صاحب اٹھے اور ایک عصا اٹھایا اور لگے پہنے دامنوں کو سمیٹنے۔ نظیر نے دریافت کیا کہ فاضنی صاحب یہ کیا ہے؟ اُنہوں نے جواب دیا کہ میں تیر پہنے کی تیاری کر رہا ہوں گیونکہ عہدہ قضائے معزوف ہو کر پولیس کا عہدہ دار بنادیا گیا ہوں جس کو دوڑتے بھائی کی زیادہ ضرورت ہوتی چیز۔ نظیر یہ سُو کر ہمیں پڑے اور پھر کہی انکو جلدی کرنے کو نہیں کہا۔

(۳۸)

اشعیدیہ کے خطیب مولانا زہری انگریز سے تھے۔ ایک روز نظر عید کے قریب پہنے جیئے کے ساتھ گھیں باہر چاہتے تھے کہ چند آدمی اُن سے راستہ ملے اور ازراہِ مذاق اُن کے بیٹے کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ”یہ بھیر کا بچہ سکتے ہیں شجھتہ ہوا“ زہری نے بھجتہ جواب دیا کہ ”یہ بچا وہ نہیں ہے، ان آدمیوں نے خود زہری کی طرف اشارہ کر کے پوچھا کہ ”اچھا یہ بہا بکرا سکتے ہیں ملیگا۔“ زہری نے فوراً پنا انگریز اپرید گھلا کر کہا کہ ”ذیہ عیوب دار ہی قربانی کے قابل نہیں“۔

(۳۹)

ایک شخص سے کچھ اسغار کے جن کے مطلع کا حصل یہ تھا کہ ”میرا دل ہر طرف مارا مارا پھرتا ہے اور کچھ ایسا دیوانہ ہو گیا ہے کہ ہر سین کے قدموں کی طرف جھک جاتا ہے“ اُن کی بی بی نے جو خود جیں اور ایک ظریعت عورت تھی جب تھا تو فاضنی کے یہاں پہنے خاؤند پر اس بیان سے کہ میرے شوہر کا دل اکٹ گیا تو دیوانہ ہو گیا اور ادھر ادھر مارا مارا پھرتا ہے نالش کر دی اور ثبوت میں اُس کا دل مطلع پیش کیا۔

(۴۰)

منڈرا بن عبد الرحمن الادسط ابتداء سے سن شعور میں کچھ خلوٰت تھے اور خوشامد یونگی

باتیں سنتے اور فوراً بدلتے ہیں کے لئے بھڑک اور لٹھتے تھے اور شکی مراجح تھے۔ ادنکے
 والد کو اون کی یہ باتیں ناگوار تھیں۔ ایک مرتبہ امیر عبدالمرحمٰن نے پانے دکیل خاص کو
 حکم دیا کہ منذر کے لئے ایک مکان آبادی سے دور فلاں پھاڑپرا اور فلاں موقع پر
 تعمیر کرائے۔ چنانچہ اوس نے تعمیل حکم کر کے امیر کو اطلاع دی۔ امیر نے منذر سے
 کہلا دیجا کہ وہ تنہا اس مکان میں جا کر رہیں اور اون کو پانے یا کسی دوسرے کے دوستوں
 سے ملنے یا بات چیت کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ غرض کہ منذر جب اوس مکان میں
 تنہا رہے اور اون کے دوست اور تک نہ پھوٹج سکے اور نیز اون چیزوں کی طرف
 خیال کیا کہ جو اون سے پھیں لی گئی تھیں تو انہوں نے دار دخدا سے دل نہ لگانے کی
 شکایت کی اوس نے جواب دیا کہ امیر کا حکم ہے کہ کوئی شخص آپ تک نہ پھوٹجے اور
 آپ اس طرح خوشامدیوں کی بالوں سے پچے رہیں۔ منذر کو اب معلوم ہوا کہ اون کے
 والد نے اون کو یہ سزا دی ہے چنانچہ یہ خیال آتے ہی انہوں نے پانے والد کو ایک
 خط تحریر کیا کہ مجھے اس جگہ آکر اس قدر وحشت ہوئی کہ اس سے زیادہ ہو نہیں ہو سکتی
 جن لوگوں سے میری دل بستگی ہتی وہ بھی ہیاں نہیں ہیں اور میرے اختیارات پھیں
 لئے گئے۔ اگر یہ سزا میرے کسی قصور پر ہے تو میں اس تا دیپ پر راضی ہوں اور عفو
 کی درخواست کرتا ہوں۔ جب امیر عبدالمرحمٰن کے پاس یہ رفعہ پہنچا تو انہوں نے منذر
 کو بلا بھیجا اور اون سے کہا کہ تمہارا رقبہ پہنچا جس میں ہم نے اُس مکان میں تنہا رہنے
 کی وجہ سے وحشت کی شکایت لکھی ہے۔ ہم نے جو کچھ کیا وہ بطور سزا کے نہیں کیا بلکہ
 ہم نے جب دیکھا کہ تم خوشامدیوں کی بالوں میں آکر باتیں باتیں پر انجمن لگانے اور شکایت
 کرنے لگتے ہو تو اوس سے بچانے کے لئے سب سے عمدہ سبلیں یہی تھیں۔ جو باشیں کہ
 تمہارے گوش گذار ہونے کے لایاں نہیں ہیں اون کے کان میں پڑنے سے پھر ہی
 ہے کہ تم تمہار ہو اور جب تم ان بات کو سمجھ لو اور اس جسہ تھاں کو لو تو تم اپنی ہی صلی حالت

اور رتبہ پرلوٹ آؤ گے۔ اس وقت تو تم میری امداد اس امر میں کرد کہ جو کچھہ تم سخویہ
سمجو کو گویا کچھہ سننا ہی نہیں اور جو کچھہ تم دیکھو تو یہ سمجھو کو کچھہ دیکھا ہی نہیں۔ رسول اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد کیا ہے کہ رکاش جو کچھہ تم آپس میں پوشیدہ رکھتے ہو۔
او سکو ظاہر کرتے، تم یہ خوب سمجھو لو کہ تم مجھ سے سب سے زیادہ قریب رکھتے ہو اور
میں سب سے زیادہ تم سے محبت رکھتا ہوں۔ اگر کسی وقت بھی ممتاز رکھتے ڈھنے
میں میری طرف سے لگدہ روت یا اڑا ضمی پیدا ہو اور مجھے اس کا علم ہو جائے تو مجھے
صدھہ ہو گا۔ لیکن فدا کی یہ بھی ایک نعمت بہ مقاصداً مصلحت ہے کہ ایک شخص کو دوسرے
کی دلی کیفیات سے بظیع نہیں ہو سئے و بتا اور پرده ڈال رکھا ہے۔ تم ایک باہمیت
آدمی ہو اور خاص پیغمبر یعنی سلطنت و حکومت کو مطیع نظر بنائے ہوئے ہو۔ ایسا شخص
صبر کرتا ہے۔ چشم پوشی کرتا ہے اور تحمل کو کام میں لاما سہتے۔ برائی کے بدلتے بھلانی
کرتا ہے۔ اور سپتھے صحن کرم و خلق سے دشمن کو دوست بنایتا ہے۔ کسی کے ہاتھوں
بنخ پوچھنے پر صبر کرتا ہے۔ جس کا انجام خوشگوار ہوتا ہے۔ جن آدمیوں کے قول و
 فعل سے مجھے تکیفت پوچھی اگر آج میں اون کا ایک ایک عنانو کو وادالا تو بھی میراغصہ
ہندانہ ہوتا لیکن میں قویا کہ بہ حالت اختیار چشم پوشی اور تحمل سے کام لیا جانا بہتر ہے
میں ہمیں پہنچنے کر دو پیش کرے ہو گوں۔ سچے حالات سے یہ پایا کہ عفو اور کرم سے برآدمی
نیک ہو جاتا ہے۔ بیان چشم پوشی اختیار کرو جس میں یہ خوبی نہیں اوس کا کوئی دوست
نہیں۔ نہ وہ پڑائے کو اپنا بنا سکتا ہے اور نہ وہ ترقی کر سکتا ہے نہ اوس کی امیدیں
برائی ہیں اور نہ وقت برادر کا کوئی سامنہ دیتا ہے۔ مندرجے باب کی جب یہ تقریر
سُنی تو اُنکہ کرباب کا ہاتھہ چوم لیا اور اوسی مکان میں داپس چلے گئے اور سپتھے والد
کی نصیحت پر عمل پڑا رہتے۔ یہاں تک کہ اونہوں نے دہ اخلاقِ جمیلہ حاصل کئے کہ اونکی
قدروں نزولت ہر ایک کی نگاہ میں بندہ ہو گئی۔

(۱۳)

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ مسیح بن عباد ایک رات کو اپنے وزیر ابن عمار کے ساتھ باہر گشت کیا تھا اور ایک بوڑھے آدمی کے دروازہ پر ہوئے۔ یہ دہ آدمی تھا کہ جس کی بابت یہ مشور تھا کہ وہ ایسا خوش مذاق ہے کہ روتوں کو ہستادیتا ہے۔ مدد لئے ابن عمار سے کہا کہ آؤ اس بدھ سے کچھ ہنس بول لیں۔ چنانچہ بدھ سے کے مکان کے دروازہ پر جا دستک دی۔ بدھ نے دریافت کیا کون ہے مسیح نے کہا کہ میں بھی ایک آدمی ہوں ذرا ہمہ ربانی کر کے میرا حراج جلا دو۔ بدھ سے سے چواب دیا کہ اگر اس وقت با دشاد دفت مسیح ہے۔ عباد بھی آگر میرا دروازہ ٹھکھائے تو میں ہرگز نہ کھولوں۔ مسیح نے کہا کہ میں مسیح بن عباد ہی ہوں۔ بدھ نے کہا کہ لگا تو اس کے ہزار چوتھی سو سن کربلے اختیار ہنسنے لگا اور وزیر سے کہا کہ میں یہاں سے چل دو۔ ایسا نہ ہو کہ یہ جو کہہ رہا ہے کہیں گرد کھائے۔

(۲۴)

باز شب نامی ایک مشور عبار چور مسیح بن عباد کے زمانہ تھا تھی میں ہو گزرا ہے۔ چوری کرنے میں اسے بڑا کمال تھا۔ شخص بالعموم اہل بادیہ کی چوری کیا کرتا تھا۔ اور اوس نے ایسی حالت میں بھی چوری کرنا نہ چھوڑتی جبکہ وہ مصلوب رکھتا۔ ایک مرتبہ مسیح نے اس کی بابت حکم دیا کہ اہل بادیہ کی گزرگاہ پر اوس کو لے جا کر صلیب پر چڑھا دیا جائیں اسکا یہ حال سیکو معلوم ہو جاوے اور عمرت ہو۔ وہ صلیب پر لٹکا ہوا تھا کہ اوس کی بھی اور لڑکیاں اوس سے کردا آکر پیچھے گئیں اور رو رو کر بن کرنے لگیں کہ اب ہم کو کس پر چھوڑے جاتے ہو ہم تو اب کہیں کے بھی نہ رہے اسی اشار میں انفاقاً ایک بدھی چھر پر سوار وہاں سے گزرنا اور کچھہ مال و اسیا پیدا بھی اس پر لدا ہوا تھا۔ پلے ز شب نے جو اوس سے دیکھا تو چھج کر کہا کہ میاں جانیوں کی

ذرایہ تو دیکھو کہ میں کس حال میں ہوں۔ اس وقت مجھے تم سے ایک کام خدا دا اسٹلے
لیا ہے جس میں میرا اور تمہارا دلوں کا فائدہ ہے اور وہ یہ ہے کہ جب پوسس
والوں نے مجھے گرفتار کیا تھا تو میرے پاس سود بیار تھے اور میں نے آنکھیں بچا کر
اس کنوئے میں ڈال دیے تھے۔ تم اگر بھائیو تو آدھے تمہارے اور آذھے میرے
اہل و عیال کے۔ جب تک تم نکلا لو میری بیوی تمہارے چھر کی حفاظت کریں گی۔
سن کر بدھی ایک رسمی کے سماں کے کوئے میں اور ترے لگا۔ باز شب کی بیوی
نے اپر سے رسمی کا شدی اور چھر لے کر طبی بی۔ غریب بدھی سخت پرستیان ہوا
اور چلا نے لگا۔ اگرچہ اگر می کا وقت تھا اور کوئی آس پاس نہ تھا مگر حسن انفاق سے
ایک شخص اُدھر آنکلا اور بدھی کی چیخ پکار سن لی ورنہ اوس کا خاتمہ تھا جب بدھی
کو اوس نے نکالا تو اوس نے سب قصہ کہا سنتا یا۔ اس کی طلاق معتمد کو ہوئی تو اوس
نے باز شب کو حاضر کئے جانے کا حکم دیا اور اوس سے دریافت کیا اگر خرید کیا تھی۔
چور نے جواب دیا کہ حضور چوری میں حصہ لئت مجھے آئی ہے اگر آپ کو آئے تو
سلطنت پر لات مار کر چوری کرنے لگیں۔ معتمد پہن کر ہنس پڑے اور اوسکی لعنت
لامس کر کے کہا کہ اگر ہم تمہاری کچھ تنجواہ مقرر کر دیں اور معاافی دیں تو کیا تم اس
ناپاک پیشہ سے تو پہ کر لو گے۔ باز شب نے کہا کہ چونکہ اس طرح سے جان بھی ہے
اس لئے ضرور تو پہ کر لو بھائی معتمد نے اوسکو چوکیدار دل کا چھعداں مقرر کر دیا اور اس
چوری سے تو یہ کہلی۔

(بعد احمد)

حافظ احمد ریث جاج بعقاری جب شابہ کے یہاں تحصیل علم کے لئے جانے لگے
تو ان کی مقدرت کی کلی کائنات یہ تھی کہ ان کی وسوزماں نے تواریخیں پکادی
تحصیل جن کو وہ ایک بروئن میں بھر کر ساختے گئے۔ ہر بارہ ماں نے تواریخیں

پکادی تھیں اور سالن ہونا رفرزند نے خود تجویز کر لیا۔ اور وہ کیا؟ دجلہ کا صاف و
دشیر میں پانی جو آج بھی صدمیں گزرنے کے بعد آتنا ہی لطیف اور کثیر موجود ہے
اس قیام کے دوران میں جماجم ہر روز ایک روٹی نکال کر دجلہ کے پانی میں بہگو کر
کھالیا کرتے تھے اور جب تک وہ روٹیاں ختم نہ ہو میں اُستاد سے سبق پڑھتے
رہتے۔ جب روٹیاں ختم ہو گئیں تو دست سوال پہلی نے کے خوف سے محصوراً چکو
اُستاد کا فیضِ خوش دروازہ چھوڑنا پڑا۔

دسمبر ۲۰۰۷ء

روایت ہے کہ عربی فن ادب کے مشہور امام کسانی علماء کی ایک مجلس میں اکثر
جایا کرتے تھے۔ ایک روز جب وہاں پہنچنے تو بہت تھک گئے تھے اور انہی خستگی
ظاہر کرنے کے لئے انہوں نے کماعیت (بالتشدید) یعنی تھک گیا۔ اہل مجلس نے
اعتراض کیا کہ تم غلط الفاظ استعمال کر رہے ہو۔ انہوں نے کہا کہ کس طرح؟ تو
جواب ملا کہ اگر عماری مراد ماندگی ہے تو عیت کو اور اگر درماندگی کا انتہا مقصود ہے
تو لفظ عیت (بالتحیف) استعمال کرنا چاہئے۔ کسانی کے دل پر اس اعتراض سے
ایک صدمہ ہوا اور فوراً مجلس سے باہر بکھل آئے اور یہ قصہ کر لیا گہ ایسا فن سیکھنا
چاہئے کہ جس سے پھر آئندہ کسی محفل میں ایسی ندرست اٹھائی نہ پڑے۔ یہ قصہ کر کے
حبل بصیری بھیسے اُستاد گیگانہ کی خدمت میں تحصیل علم کے لئے حاضر ہوئے اور پڑھنے
لگے۔ ایک دن ایک بدوی نے ان سے ٹھنڈا گہا کہ تم کان ادب بی نیکم اور بنی آہ
کو چھوڑ کر عربی فن ادب حصل کرنے بصرہ آئے ہو۔ یہ چھستی بونی بات کسانی کے
دل میں انگر کر لگی۔ اور مناسب موقع پر اپنے بزرگ اُستاد سے دریافت کیا کہ انہوں
نے فن ادب کیاں سیکھا ہے۔ جواب ملا کہ حجاز، حامہ اور بند کے جنگلوں میں۔ یہ
سختے ہی کسانی کے سر میں ایک نیا سودا پیدا ہوا اور انہوں نے شہر بصیرہ

چھوڑ کر صحرائی راہ لی اور قبیلہ در قبیلہ اتنا پھرے کہ اُس فن کے امام بن گئے۔ جسکے نہ جاننے سے ایک مجلس میں شرمذہ ہونا پڑا تھا۔

(۵۴ ص)

امام ابو حاتم راضی نے کہا ہے کہ طلب علم کے سفر میں ایک دفعہ وہ چماز سے اُترے تو خیج بالکل پاس نہیں رہا تھا اُن کے دادا در فیق راہ تھے مگر وہ بھی خالی تھے یعنی اُن روز تک فاقہ سے پیدا سفر کیا۔ آخر میسر سے روز ایک مقام پر مکروہی اور صفت نے تھکا کر گرا دیا۔ ساکھیوں میں ایک بچارا ابوڑھا آدمی تھا جو گرے ہی بھروسہ ہو گیا۔ درادیہ کے بعد ہم دونوں نے ہست باندھ کر آگے بڑھنے کا قصہ گیا اور بڑھنے کو مجبوراً وہی چھوڑنا پڑا۔ ہتھیاری دوڑ پہنچنے تھے کہ میرے حواس و ہمت سے بذابھیا اور می غش کھا کر ستپے زمین پر گر پڑا۔ رفیق راہ میکو بھی بڑھنے کی طرح وہیں چھوڑ کر خود آگے بڑھا۔ حسن الافق سے کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد اُس کو ایک کشتی نظر آئی جو نزدیک ہی ایک مقام پر مسافر اُمارہ ہی تھی امداد کے خیال سے اُس نے انہار مصیبت کے لئے اپنی چادر ہوا میں اڑا فی تاکہ کشتی داسے اُس کو دیکھ لیں۔ اس نشان بچارگی کو دیکھ کشتی کے مسافر اس جانب متوجہ ہوئے اور چند لوگ اُس کے پاس آئے پہاڑ سے اس کو بیدم دیکھ کر پانی پلا یا اور تکین ہو جانے پر ما جراہنا۔ مہربان مسافر یہ سُن کر ہماری طرف آئے اور جب میری آنکھ کھلی تو دیکھا کہ ایک آدمی مُسٹہ پر پانی کے چھینٹے دے رہا ہے جبکہ میکو ہوش آگیا تو پانی پلا یا۔ اس کے بعد ہم سب ملکہ عزیز بڑھنے کے پاس گئے اور اس کی بھی خدمت کی۔

(۵۵ ص)

تحصیل علم میں کمال توجہ کرنے کے سالہ میں بیان کیا گیا ہے کہ امام و قطبی ایک مرتبہ ابتدائے سِن میں سُکھیل صفار کی محلب علم میں حاضر تھے۔ جس وقت شیخ اسماعیل

اہل مسیح شغول تھے تو یہ ایک کتاب کی نقل کرتے جاتے تھے ایک آدمی ان کی یہ بے توجہی دیکھ کر چھپھلا یا۔ اور کہا کہ میاں جب تم نقل کتاب میں اس وقت شغول ہو تو تمہارا سماع کس طرح قابلِ ثائق ہو سکتا ہے۔ دارقطنی نے یہ اعتراض سن کر جواب دیا کہ سماع سماع میں فرق ہوتا ہے۔ آپ تو ہمہ تن متوجہ ہو کر سن رہے ہیں تباہے تو سہی کہ شیخ نے اب تک کس قدر حدیثیں روایت کی ہیں۔ اُس شخص کو مجموعی تعداد روایت کا خیال نہ تھا لہذا لا جواب رہا۔ دارقطنی نے کہا کہ مجھ سے سینے کہ شیخ نے اس وقت تک اٹھارہ حدیثیں بیان کی ہیں۔ پہلی کا یہ متن ہے اور یہ یہ اسناد ہیں۔ دوسری کا یہ متن ہے اور یہ یہ اسناد ہیں۔ غرض اسی طرح انہوں نے سب حدیثیں شاذ ہیں حاضرین ان کا سماع و صنیط دیکھ کر مستحیر رہ گئے۔

(۳۴)

ابو عمر د بن العلاء رجوانش ادب کے امام تھے ایک زمانہ میں ظالم حاجج بن یوسف کے خود سے صحرائے عرب میں اپنی جان بچانے کے لئے بھاگتے پھرتے تھے۔ ادھر تو جان کے پہ لائے پڑے ہوئے تھے اور ادھر امام ادب کو یہ بھجو ہمی کہ آیا فرجہ رب عینی کٹالیش، بالضم ہے یا بالفتح۔ ایک روز انہا سے بادیہ بیانی میں ایک شخص کو انہوں نے یہ شعر پڑھتے ہتھے مُنا۔ شدھو

رِيمَا بِخَرْعَمِ الْمَقْوُسِ مِنْ الْأَهْرَارِ لَهُ فَرْجَةٌ كَجْلِ الْعَفَّالِ

فرجہ کو اس نے زبرستے ادا کیا یہ شعر پڑھ کر وہ بد وی شخص ابو العلاء کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا کہ سنتے ہو ظالم حاجج مر گیا۔ ابو العلاء کہتے ہیں کہ محلہ کو اس وقت یہ تینیز نہ ہو سکتا کہ آیا میں ان دونوں بالوں میں سے کس بابت سے زیادہ خوش ہوا۔ لفظ کی صحت ہو جائے نہیں یا پہنچنے دیتمن جانی کی موت کی خبر ملنے سے۔ اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ اس فدائے علم کے تزوییک ایک ایک علمی مسلمہ جان کی پر ابر عیرتھا۔

(۳۸)

شیخ الرئیس ابن سینا نے خود بیان کیا ہے کہ طالب علمی کے زمانہ میں جب میں نے کتاب با بعد الطیعت کا مطالعہ شروع کیا تو وہ میری سمجھتہ تھا مطلقاً نہیں آئی اور نہ فن کے وضع کرنے والے کی کوئی غرض ذہن میں آئی۔ پہاں تک کہ چالیس تجھے میں نے اُس کتاب کا مطالعہ کیا۔ کتاب کی عبارت تو نوک زبان ہو گئی لیکن مطلب تجویز سے بالکل با پوس رہا۔ اتفاقاً اُسی زمانہ میں ایک روز عصر کے وقت کرتب فردشون میں میرا گزر ہوا۔ اور وہاں ایک شخص میرے پاس ایک کتاب لایا اور مجھے گما کر یہ کتاب فن با بعد الطیعت میں ہے۔ آپ اس کو خرید پہنچئے۔ میں چونکہ اس فن کو بے معنی توجیہ چکا تھا اس لئے خریداری سے انکار کر دیا۔ اُس شخص نے میری نسبت و سماجت کی کہ میاں کتاب سستی ہے صرف تین درہم تھتی ہے اور ماٹک ضرور تمند۔ میں نے اُس کے خال سے محظوظ ہو کر کتاب خریدی۔ کھول کر دیکھا تو اب وہ نصرا فارابی کی تصنیف بھی جس میں مصنف نے کتاب با بعد الطیعت کے اغراض سے بحث کی تھی۔ میں خوش خوش گھر آیا اور اُسکے دیکھنے میں مصروف ہوا۔ مہل کتاب چونکہ پہنچے سے نوک زبان تھی اس لئے اس نئی کتاب کے پڑھتے ہی میری سب تکلیفی حل ہو گئی۔

(۳۹)

طبیب ابوالبرکات جو اپنے فن میں کامل مشہور تھے ابتداء میں حضرت رسولی کے مذہب کے پیروت تھے۔ اُس زمانہ کے اُستاد طب علامہ ابو الحسن کی یہ آن بھی کوہہ مذہب عیسوی کے منکر کو طب نہیں پڑھاتے تھے۔ ابوالبرکات اُن کے پاس تحصیل علم کے لئے گئے۔ لیکن ناکام دا پس آئے۔ اُس جانب سے جب نا امید ہوئے تو حصول علم کے شوق نے ایک اور ترکیب سمجھائی یعنی انہوں نے ابو الحسن کے دربان کو ملا پا اور درس کے وقت دروازہ میں جھپپ کر بیٹھے رہنے کی اجازت حاصل کر لی۔ ایک سال کا میں

اسی طرح صاحبِ کمال اُستاد کی تعلیم کا فیض حاصل کرتے رہتے ہیں ایک دن کسی مسئلہ میں انجھاؤ پڑگیا اور لاکھ گھٹتی سلبھانی مگر سلبھہ نہ سکی۔ آخر ابوالبرکات جرأت کر کے دروازے سے بھل آئے اور کہا کہ اگر اجازت ہو تو میں بھی کچھ عرض کروں۔ اُستاد طب نے اجازت دی اور اُس نے جالینوس کے ایک قول سے مسئلہ کو حل کر کے کہا کہ فلاں دن یہ قول آپ ہی نے نقل فرمایا تھا۔ ابوالحسن نے حیرت سے پوچھا کہ تم نے میرا بیان کس طرح سنا اُس نے جو صورت حال تھی بیان کر دی۔ حکیم موصوف کے دلپر ان کے شوق کا ایسا گمراہ پڑا کہ انہوں نے اس بات کا اعتراف کیا کہ ایسے طالب علم کو خواہ وہ کسی نہ سب کا پیر و ہو محروم رکھنا کسی طرح جائز نہیں۔ چنانچہ اُسی روز سے ابوالبرکات کو شامل درس کر لیا۔

(۳۰)

امام صحیحی جو موطاکے ناقل ہیں میں یہ منورہ میں ایک روز امام مالک کے درس میں عاضر تھے کہ یہ ایک شور ہوا کہ ہاتھی آیا۔ ملک عرب میں چونکہ ہاتھی ایک عجوبہ جا نور ہی اس آواز کے آئئے تھے ایام طالب علم درس چھوڑ کر ہاتھی دیکھنے کے لئے بھاگ آئے مگر صحیح جسی نیٹھے تھے اسی اطمینان سے نیٹھے ہے۔ امام صاحب نے بھی سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ بھی امتحارے ملک اندر میں ہاتھی نہیں ہوتا تم بھی جا کر دیکھہ آؤ بھی کے دل و دماغ میں کچھ اور ہی سودا سما یا ہوا تھا۔ جواب دیا کہ حضرت اندر میں چلکر اور گھر باہر کو چھوڑ کر علم یکھنے اور اپ سے فیض حاصل کرنے کے لئے آیا ہوں ہاتھی دیکھنے کے داسطے بے گھر نہیں تھے۔

(۳۱)

ابو بکر بن بشار فن ادب کے مشہور امام تھے اور بعداً دیں شہزادوں کے اماليق تھے۔ ایک دن قصر خلافت کو جاتے ہوئے نخاس سے گزرے۔ ان دونوں نخاس میں ایک لوڈی آئی ہوئی تھی جس کے حسن اور سلیقہ کا سارے بغداد میں شہرہ تھا۔ ابن بشار نے جو اسکو دیکھا تو اُس پر مفتوح ہو گئے۔ جب قصر خلافت پوچھے تو خلیفہ نے پوچھا کہ آج دیر میں آنا کیا ہوا

اہنؤں نے سب قصہ عرض کیا۔ یہ سنگر خلیفہ نے بالا ہی بالا خدام کو حکم دیا کہ وہ لوٹھی خرید کے ابن بشار کے یہاں اُنکے پہونچنے سے پہلے پہونچا ڈیجائے جس ب ابن بشار مکان پر لوٹ کر آئے تو لوٹھی کو بیٹھا پایا۔ دریافت پھال معلوم ہوا تو اُس کو بالا غانہ پر بھیجا پا اور خود میں بیٹھکر ایک علمی سملہ پر بھی تحقیقات میں دہ آن دونوں مصروفت تھے غور و خوض کرنے لگئے طبیعت تو دوسری طرف بٹ گئی تھی اسلئے طبیعت اُبھئے لگی۔ دل کا یہ حال دیکھ کر ابن بشار نے اپنے خادم کو آواز دی اور کہا کہ بھائی اس شہر اشوب کو لیجا کر داپس کر آؤ میرے لمبیں اس کی اتنی قدر و فنزلت نہیں ہے کہ میرے خیال کو علم سے پہنچ رہے اور اپنی جانب متوجہ گئے چنانچہ خادم آیا اور لوٹھی کو داپس کر آیا۔

(۹۲)

موجودہ زمانہ کے ایک مشہور فاضل نے اپنے طالب علمی کا ایک تسبیح اس طرح بیان کیا کہ میرزا ہد رسالہ پڑھنے کے وقت اُن کا یہ عام تھا کہ جو جور موز اور زکات فاضل استاد کی زبان سے نکلتے۔ تو انکی کوشش یہ ہوئی کہ جس طرح ہو سکے وہ دماغوں میں نقش ہو جاویں اسلئے کہ اگر استاد کی زبان سے نکلے دماغوں میں نہ تھیرتے تو وہ جواہر ریز سے پھر کہاں سے ملئے۔ غرض درس کے وقت اُناد کے بیانوں کو کامل توجہ کیا تھا سنگرہ ہن میں بناتے اور درس سے فارغ ہو کر گھر آگر آن کا خلاصہ لکھتے اور لکھے ہوئے کو یاد کرتے۔ کچھ عرصہ بعد کہ نویا کا پور سے وہ رسالہ تسبیح ہو کر جھپپکر نکلا۔ رفتہ رفتہ دو ہم طور پر مدارس میں پھیل گیا۔ اُنکے تسبیحی ہی طلباء کی توجہ درس کے وقت کم ہونے لگی۔ ذہن کندہ ہو ٹنے لگا اور تہمت میں تصور آگیا اور اہنؤں نے یہ تسمیہ نیا کہ جو استاد کی زبان پر ہو وہ ہماۓ پاس چھاہا ہو اج بود ہے۔ پھر جانفشاںی کرنا بے سود ہے۔ اس طرح افسوس ہو کہ کتابوں میں سب کچھ تھا مگر اُنکے دماغوں میں کچھ بھی نہ آیا اور انہی ذہنی قوت اور دماغی توانیت ٹھیکر کر رہ گئی۔ چنانچہ جو کہاں میں اگلے اساتذہ کو دیکھنے کیلئے بھی نصیب نہیں آج دو کاؤں میں بھری پڑی ہیں۔ لیکن علم کا قحط بھی۔

(۳۴)

عام طور پر انسان جب کسی پر شانی میں مبتلا ہوتا ہے تو اس سے معمولی کام ای انجام نہیں پاسکتے لیکن طلب صادق میں یہ کرامت ہے کہ وہ پر شانی کو بھی جمیعت خاطر کی قالب میں لے آتی ہے۔ چنانچہ روایت کی گئی ہے کہ شیخ المریض این سینا سے ایک زمانہ میں حکام وقت بہت برم ملے اور جان کے خوف سے وہ روپوش ہوئے کے لئے سرگردان پھرتے تھے۔ ایس تباہ حالی میں کچھ دن کے لئے انہیں ایک عطار کے گھر ناپہ ملگئی۔ انہاں ہی اٹھنیاں پا کر شیخ کو اپنے علمی مشاغل یاد آئے اور عطار سے سامان تحریر مل گوا کہ اپنی معزکہ الارار تصینف شروع کر دی۔ یہ کوئی معمولی تصینف نہ تھی بلکہ شیخ اپنی کتاب شفا کو تسامم کر لے چکا۔ طرز تصینف یہ تھا کہ اول روپ مسائل اپنی یاد سے ایک جز پر لکھے اور اسکے بعد آن مسائل کی تشریح کی۔ اس طرح فتنہ بیعات اور ایمیات ختم کر دیے۔

(۳۵)

امام ربیعۃ الدارے (جو امام مالک اور خواجہ حسن بصری کے اُس تاد تھے) کے والد فروخ (عبد الرحمن)، بنی امیہ کے عہد میں شکر اسلام میں ملازم تھے، تھیں زمانہ میں امام ربیعۃ الدارے اپنی والدہ کے بطن میں تھے اُسوقت ایک شکر دُن کی جانب۔ تھراں کو روانہ کیا گیا۔ اور فروخ کی خدمت اس شکر کے سپرد ہوئی۔ وہ دو اسلامی فتوحات کو دور رکھا۔ اور ملت فرمادا برد جگر کو اسلامی مجھنڈے کے پیچے لانے کا اہتمام کر رہے تھے۔ فروخ کو خراسانی جہنم میں متواتر تسلیں برس گھرتے باہر رہنے کا اتفاق ہوا۔ جب وہ جہاد سے لوٹے تو جس پیچے کو اسکی ماں کے بطن میں چھوڑ گئے تھے۔ وہ پڑا ہو کر اور زیور علم سے آرستہ ہو کر امام وقت بن چکا تھا۔ قصہ مختصر جب فروخ دوت کر اپنے دشمن مدینہ منورہ پہنچے تو گھوڑے پر سوار نیزہ ہاتھیں لئے اپنے مکان کے در داڑھ پر پہنچے اور نیزہ کی آنی سے در داڑھ کھٹ کھایا۔ ربیعہ نے جو کھٹکا میسا تو در داڑھ کو مولک رہا ہے آئے۔ باپ نے بیٹے کو

نہیں پہچانا مگر گھر انہیں کا تھا۔ دروازہ کھلنے پر بے تکلف اندر جانے لگے۔ ربیعہ کو یہ دیکھ کر
 وحشت ہونی اور ڈانت کر کہا کہ اے خدا کے دشمن تو میرے مکان میں کس طرح گھس اپڑا ہے
 پاہی نہ فرودخ کو جن کی رگوں میں فتوحات کا بجوش تازہ تھا یہ سن کر طیش آیا اور کہا کہ
 دو خدا کے دشمن یہ تبلکہ میری حرم سر امیں تیر کیا کام ہے، غرض بات بڑھی اور خدا کی پیغ
 پڑوسی جمع ہو گئے۔ امام مالک بھی اُستاد کا معاملہ سمجھ کر وہاں تشریف لے آئے اور مصلحتانہ
 بھجہ میں فرودخ سے کہا کہ بڑے میاں اگر آپ کو ٹھیرنا ہی مقصود ہے تو دوسرے مکان موجود ہے
 چلنے والے شوق سے ٹھیرے۔ امام صاحب کی نرم گفتگو نے فرودخ کے دل پراثر کیا اور کہا
 کہ جناب میرا نام فرودخ ہے اور یہ مکان میرا ہے۔ ربیعہ کی والدہ نے جب نام سنائے پہچانا
 اور کہا کہ یہ تو ربیعہ کے باپ ہیں ابتو باپ بیٹے ایک دوسرے سے گلے ملے اور خوب
 روئے دلوں کی بھراں جب رسنے سے کم ہونی تو دو دلوں گھر میں آئے۔ اور جو بہن محبت
 میں صاف دل باپ نے بیوی سے پوچھا کہ کیا یہ میرا ہی بیٹا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جی ہا
 فرودخ جب اطمینان سے بیٹھ لئے تو با توں با توں میں ان کو وہ تیس ہزار اشرفیاں یاد
 ہیں جو چلتے وقت بی بی کو سپرد کر گئے تھے اور ان کی بابت بی بی سے پوچھا عقائدی بی بی
 نے کہا کہ گھبرا یتے نہیں وہ حفاظت سے رکھی ہیں۔ اس عرصہ میں ربیعہ حسب معمول مسجد
 بیوی میں جا کر اپنے حلقہ درس میں مشکن ہو چکے تھے جس میں امام مالک اور خواجہ حسن بصری
 سے اعیان شامل درس تھے۔ شاگردوں کا یہ ہجوم تھا کہ چاروں طرف سے شیخ کو گھیرے
 ہوئے تھے فرودخ نماز پڑھنے بھویں میں گئے تو وہاں کا یہ عالم دیکھ کر دیر تک شوق سے
 اس مجمع کو دیکھتے رہے۔ ربیعہ اُس وقت مسجد کا ہے ہوئے تھے اور سر پراؤ پنچی ٹوپی
 پہنے ہوئے تھے اس سلسلہ باپ کو بیٹے کے پہچاننے میں وقت ہوئی اور انہوں نے تعجب
 سے لوگوں سے پوچھا کہ یہ شیخ کون ہے۔ جواب ملا کہ ربیعہ ابن عبد الرحمن (فرودخ)
 فرودخ کی اُس وقت کی فستر کا اندازہ خدا متعالیٰ کے رہا کون کر سکتا ہے۔ جب خوش خوش

گم لوٹے تو بی بی سے سارا ماجرا بیان کیا۔ بی بی نے دریافت کیا کہ بیٹے کی یہ شان آپ کو زیادہ پسند ہے یا تین ہزار اشرفی۔ تو ہر نے کہا کہ وائدہ میں اس شان کو زیادہ پسند کرتا ہوں۔ بی بی نے کہا کہ میں نے وہ اشرفیاں ربیعہ کی تعلیم میں صرف کروں یہ نیک دل شوہرنے کا کہ خدا کی قسم تھے وہ مال صنائع نہیں کیا۔ اس حکایت میں یہ امر قابل غور ہے کہ ایک بچہ باپ کی تربیت سے محروم ہو کر ماں کی حفاظت میں لے ہے اور ماں کے قبضہ میں تین ہزار اشرفیاں ہوں بچہ کو اسی میش بیان تعلیم دیجائے کہ آسکے شاگرد دنیا کے مثاہیر اور امام ہوں۔ آجھل یہ بات کہاں ۔

(۳۵)

استاد ابن عمید وزیر آل بویہ نے ایک دفعہ بیان کیا کہ میں اس خیال خام میں تھا کہ ذرا سر دریافت سے زیادہ پُر لطف اور عدہ کوئی چیز دنیا میں نہیں۔ مگر جب میں نے سلیمان ابن ایوب طبرانی اور جعائی کا مناظرہ سننا تو وہ خیال خام جا بارہا۔ اس مناظرہ میں طبرانی قوت حافظہ کے زور سے اور جعائی جودت طبع کی نہدوں سے پہنچ رہا۔ اسی حرف پر غالب آنے کی کوشش میں تھے۔ یہاں تک کہ وہ زور مناظرہ میں اتنے بڑھے کہ اونکی آوازیں بلند ہوئے لگیں۔ ایکبار جوش میں جعائی نے کہا کہ میرے پاس ایک یہی حدیث ہے جو نام دنیا میں کسی کے پاس موجود نہیں۔ طبرانی نے کہا کہ بسم اللہ سنائے۔ جعائی نے سلسلہ روایت شروع کیا۔ ابو خلیفہ تسلیمان ابن ایوب۔ طبرانی نے کہا کہ سلیمان ابن ایوب میرا ہی نام ہے اور ابو خلیفہ نے یہ حدیث مجھ ہی سے حاصل کی ہے۔ اب تم بذات خود مجھ سے اس کی سند عالی حاصل کرو۔ جعائی کا یہ سن کر زنگ فق ہو گیا اور دم بخود رہ سکے۔ واللہ مجھ کو طبرانی کی اوس وقت کی فرست دیکھ کر یہ تمنا ہوئی کہ کاش میں طبرانی ہوتا۔

(۳۶)

ایک دن کا ذکر ہے کہ خلیفہ منصور کے چہرہ پر کمی تبھی تبھی اوس نے اڑادی۔ کمی حسب

عادت پھر ایم حنفی نے پھر ایڈادی۔ غرض کی دفعہ یہیاتفاق ہوا۔ آخر خلیفہ نے جھلا کر ابن سلیمان مشہور مفسر سے دریافت کیا کہ خدا کو کمی پیدا کرنے کی کیا ضرورت پڑی تھی۔ اوس عالم ربیانی نے جواب دیا کہ تکبہر دل کا غدر توڑنے کے لئے۔

(۳۶)

جب منصور خلیفہ ہوا تو منصب قضا کے لئے اُس کی نگاہ امام ابو حینفہ پر پڑی چنا چکہ وہ اُس منصب کے لئے کوفہ سے بلاسے گئے اور عمدہ مذکور کے قبول کرنے کی فرمائیں لکھی۔ امام صاحب اس عمدہ کا باریلپنے ذمہ نہیں لینا چاہتے تھے اور اُس پر سختی سے قائم تھے اسدا انکار کیا۔ خلیفہ منصور نے قسم کھا کر کہا کہ میں تم ہی کو قاضی مقرر کروں گا اونہوں نے جواب میں بالقسم فرمایا کہ میں اس عمدہ کو ہرگز قبول نہیں کروں گا۔ خلیفہ نے دوبارہ قسم کھائی جس پر امام صاحب نے مکر رسمیہ انکار کیا اور یہ وجہ بیان کی کہ میں اپنے آپ کو اس منصب کے قابل نہیں سمجھتا۔ حاجب ابن ربیعہ نے خلیفہ کی خوشامدگی راہ سے کہا کہ امیر المؤمنین قسم کھا چکے ہیں اور پھر بھی تم انکار ہی کے جاتے ہو۔ امام صاحب نے فرمایا کہ خلیفہ کے لئے کفارہ قسم ادا کر دینا بہ نسبت میرے زیادہ آسان ہے۔ منصور حب اُنکی لئے کوئی طرح مقید نہ کر سکا تو خود اونکو قید خانہ بھیج دیا اور وہ بحال محسوسی نہادہ میں وفات پا۔

(۳۷)

غزوہ احمدیں شریک ہو نیکے لئے یہ شرط لگا دی گئی تھی کہ سولہ برس سے کم عمر والے واپس کر دیے جائیں۔ لیکن لڑکوں کے شوق شہادت کا یہ عالم تھا کہ واپس جانا گوارا نہ تھا۔ چنانچہ حضرت افع ابن خدیج ایڑیاں اٹھا کر پاؤں کے چون کے بل کھڑے ہو گئے اور عن کر اپنے قد کو اوپنچا کیا اونکی یہ تدبیر کارگر ہو گئی لے لیے گئے۔ انہیں کے ہم عمر سمرہ تھے اُس نے واپس جانیکے لئے کہا گیا اونہوں نے کہا کہ میں تو رافع سے زیادہ قوی ہوں اور اونکا دگر الیتا موب پھر کوئی واپس چون۔ آخر کشی کرائی گئی اور سمرہ نے رافع کو بھیڑ لیا اور ساتھ چلنے کی اجازت حاصل فیض۔

